

SHIVAJI

DA

MONTHLY 'OM' DELHI.
Vol. 37 OCTOBER 1970 Regd. No. D—209

اوم اوم

فہرست کتب

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب منگوا کر جیون کو سپھل بنائیں

پرشوتم انک سنہ ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس ۵۰
مضامین کا مجموعہ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنواد سوامی
شوانند جی۔ قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (ڈرامہ) قیمت صرف 50 پیسے
رام درشن (باتصویر) قیمت سوا روپیہ
لنڈن یاترا اور مرنک آتماؤں کے
ساتھ وارتالاپ قیمت 60 پیسے
روحوں کی دنیا ½3 روپے
شریمد بھگوت گیتا مجلد۔ مترجم و
تشریح از شری رام لال پربھاکر۔ ½4 روپے
یوگ واششٹ سار اردو /3 روپیہ
گیتا منظوم۔ از خواجہ دل محمد ایم اے پرنسپل
شلوک وار منظوم ترجمہ ہے قیمت /3
جپ جی و سکھمنی صاحب منظوم۔ از
خواجہ دل محمد صاحب ایم۔ اے (3/50)
تلسی رامائن مکمل باتصویر مجلد اردو
زبان میں بمعہ شلوک اور ترجمہ 10/50
پربھو کے ساکشات درشن۔ ایک روپیہ
تقدیر اور تدبیر کا ایکسرے۔ ایک روپیہ
ستیہ درشن مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی
قیمت رعایتی دو روپے /2
گوبند پرکاش (ہندی) قیمت روپے

ودیا ساچور امنی اردو ½2 روپے
وچار مالا ایک روپیہ ویدانت بودھ 20 پیسے
آتم جگیاسا /20 رام گیتا 15 پیسے
میں کون ہوں۔ 10 پیسے
آتم اناتم وویک 10 پیسے
کلام مضطر۔ 50 پیسے
پرمانند کی پراپتی 70 پیسے
برہم سوتر ہندی 16 روپے
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ شری سوامی
گوبند آنند جی مہاراج۔ صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق ½3 روپے
ہندی۔ دھرم کی عظمت اردو دو روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی اپدیش بھاگ /7 روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی اپنشد بھاگ /8 روپے
شریمد بھگوت گیتا۔ مترجم بخشی نرسنگھ داس
چھ بھاگ۔ قیمت ½6 روپے
رتن رامائن ½1 روپیہ رتن گیتا [illegible]
حقیقی [illegible]
لطف زندگی کا نسخہ رام جی جاولہ /2
امرت کنڈ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ
الانسان۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ
اے مسلم بھائی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ
آدرش گرہستھ۔ قیمت ایک روپیہ
پریت کے جھٹکے۔ قیمت دس آنے

گنگا کی لہریں۔ قیمت ڈیڑھ آنے
آدرش مانو (ہندی) قیمت چھ روپے
امرت بندو (ہندی) ۱۲ آنے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے (3/-)
آدرش پریوار (ہندی) قیمت تین روپے
روحانی مکالمہ۔ سوامی شنکر آچاریہ جی
کی مشہور کتاب پرشنوتری کا اردو منظوم ترجمہ
قیمت صرف 37 پیسے
ساگر سنگیت موسومہ بحر ترنم۔ شری
ستی آرزو کا شاہکار قیمت (1/50)
صادق کی گیتا۔ موسومہ بھگوت گیتا منظوم
از علامہ لچھمن پرشاد جی صادق قیمت /2 روپے
گنجینہ موکش منظوم قیمت 37 پیسے
پردہ مجاز۔ منشی ریم چند قیمت /6
[illegible] رانی۔ 1/50
خواب خیال /3 3/8/-
سیوا۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
روحانی اشارے۔ ایک روپیہ چار آنے
سائیں کے سو خیال۔ ایک روپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجناولی۔ قیمت دو روپے چار آنے
سولہ سنگار۔ پانچ روپے /5
بیوی اور بیسوا۔ کشن چند زیبا 1/8/-

روحانیت

1970



Editor : G.N. [illegible]ANDA

NTHL



SHRI SWAMI RA



فہرست مضامین

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۷۰ء

چندہ سالانہ بارہ 12/= روپے

وی۔پی منگوانے پر ایک روپیہ زائد

یعنی تیرہ روپے

ممالک غیر سے بذریعہ فارن منی آرڈر

۲۰ =/20 بیس روپے

سمپادک

گورکھ ناتھ نندہ

شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر و مالک نے سود لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی مکان نمبر ۶۲.۴ سے شائع کیا۔

جلوۂ قدرت

(از قلم شری ایم بی فدا خلیق)

ہر شے میں تو ہی تیرا جلوہ دکھا رہا ہے
قدرت کا تیری طوطی نغمہ سنا رہا ہے

کوئی شریک تیرا یا رب نہیں جہاں میں
نیرنگیاں ہیں تیری دنیا کے گلستاں میں

پیاک نظر کا جس جا ممکن گذر نہیں ہے
صنعت گری کا تیری راز نہاں وہیں ہے

یہ پھول، یہ شگوفے، یہ شاہدانِ رعنا
کتمِ عدم سے تو نے اُن کو کیا ہے پیدا

تیرے کرم سے قائم ہے یہ حیاتِ عالم
زیرِ نگیں ہے تیرے سب کائناتِ عالم

گلشن میں ہر شجر پر، قمری کی ہے کو کو
عظمت کا تیری جلوہ آتا نظر ہے ہر سو

سو سو تجلیاں ہیں اک اک ادا میں تیری
اہلِ خرد ہیں حیراں مدح و ثنا میں تیری

گلشن میں ہے نضارت گل میں تیری ادا ہے
ہر مرغِ خوشنوا کے لب پر تیری ثنا ہے

ہر رفعت و بلندی ہے تیرے آگے پستی
کیا حمد تیری لکھے! کیا خلیق کی ہے ہستی

سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سروویاپک۔ سروانتریامی۔ سروشکتیمان۔ اجر۔ امر۔ اگوچر
اننت پوتر سرشٹی کے کرتا۔ دوّیہ شکتی شالی۔ اویکت پورن برہم

پرمیشور کی اپار شکتی

از قلم شری سنت ہنسی سروپانند
وکیل اکھل بھارتیہ دہلی

ہر انسان پرماتما کی دوّیہ شکتی کا انوبھو کرنے یا اُس کے پرتکش درشن کرنے کا خواہش مند ہے۔ جب انسان قدرت کی بنائی ہوئی انیک وستوؤں کو دیکھتا ہے۔ تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اِن کے بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے کیونکہ قدرت کے اس تمام نظام میں باقاعدگی۔ عقلمندی۔ خوبصورتی اور کروڑہا سالوں سے مسلسل اُتپتی پائی جاتی ہے۔ ہر ایک پدارتھ کی اُتپتی۔ استھتی اور ناش بھی لازمی پر ترتیب ہو رہا ہے۔ یہ تمام کاریگری۔ نہایت ہی عقلمند تجربہ کار اور لامحدود طاقت رکھنے والے کاریگر کی ہی ہو سکتی ہے کسی سادھارن شکتی کی نہیں۔ نظر نہ آنے والی جس اگوچر۔ اویکت اور اپار شکتی نے اس سنسار کو رچا ہے۔ اُسکے دماغ اور عقل کو دیکھکر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کسان زمین میں بیج بوتا ہے۔ اور چند دنوں کے بعد اُس سے انکر پھوٹتا ہے وہ بڑھتا ہے۔ اور بڑ اور پیپل جیسے وشال برکھش کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قدرت کا یہ کیسا عجیب و غریب کرشمہ ہے۔" اُس نظر نہ آنے والی ادبھت شکتی نے جمادات۔ نباتات۔ معدنیات۔ گویا انیک پدارتھ رچے ہیں جنکی کوئی گنتی نہیں کر سکتا۔ بغیر ہاتھوں کے اور بغیر کسی مشینری کے اس سنسار کو رچنے والی پرو کھش (پردہ نشین) شکتی کا ورنن کرنا اسمبھو (ناممکن) ہے۔ گلاب چمیلی۔ موتیا سدا بہار۔ گیندا۔ رات کی رانی۔ گویا انیک پرکار کے پھول بنائے۔ کھجور۔ آم۔ کیلا۔ سنگترہ۔ سیب۔ انار۔ ناشپاتی۔ نارنگی۔ امرود۔ اناناس۔ چیکو۔ بیر۔ جامن۔ خربوزہ۔ تربوز۔ گویا سینکڑوں قسم کے پھل اور پھول بنائے۔ اور کروڑہا سالوں سے وہی شکل وہی صورت۔ وہی رنگ و روپ (بغیر مشینری) کے بنتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اُن میں کوئی فرق یا تبدیلی نہیں ہوئی۔ خربوزے پر دھاریاں۔ امرود میں بیج۔ آم میں گٹھلی۔ تربوز میں میٹھا پانی۔ جامن کا کالا رنگ۔ سنگترے میں کھپاڑیاں۔ کیلے میں گودا۔ کھجور میں گڑ جیسی مٹھاس۔ سب پھلوں کی ویسی کی ویسی شکل اور ویسے کا ویسا ذائقہ موجود ہے۔ جو آج سے کروڑوں سال پہلے تھا۔ بھگوان نے انیک پرکار کی سبزیاں پیدا کی ہیں۔ آلو۔ مٹر۔ مولی۔ گاجر۔ گوبھی۔ ٹینڈا۔ کدو۔ کریلا۔ بھنڈی۔ ترئی۔ بینگن۔ پالک میتھی۔ سیتا پھل۔ (کاشی پھل) وغیرہ وغیرہ۔ جنکی مختلف شکل اور مختلف ذائقہ۔ بدستور چلا آ رہا ہے۔ کمال کی مشینری ہے جس سے یہ سب چیزیں بن بنکر آ رہی ہیں۔

آخر کہنا پڑتا ہے کہ واہ رے کاریگر تیری مہما اور واہ تیرے رنگ۔ تمہارے جیسا کاریگر نہ آج تک کوئی ہوا ہے

اور نہ ہوگا۔ سبزی پھل اور پھولوں پر ہی اکتفا نہیں۔ ہرڑ۔ بھیڑا۔ آملہ۔ مگھ۔ سُنٹھ۔ اجوائن۔ سونف۔ چرائیتا۔ گلو۔ کئی پرکار کی اوشدھیاں پیدا کر دیں۔ تاکہ انسانوں اور حیوانوں کی بیماریاں دُور ہو سکیں۔ پیپل۔ بوہڑ۔ پھلاہی۔ نیم۔ شکھچین۔ ببُول شریں۔ بیر۔ انیک پرکار کے درخت بنائے۔ اور پیپل کو ان کا راجہ بنایا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ لوہا۔ پیتل۔ کانسی کئی دھاتیں بنائیں۔ اور سونے کو سب سے قیمتی تیجومئے اور مفید بنایا۔ گنگا۔ جمنا۔ نربدا۔ کرشنا۔ کاویری۔ ستلج۔ بیاس۔ راوی چناب۔ جہلم۔ سندھ۔ برھم پُتر۔ وغیرہ انیک ندیاں بنائیں۔ اور گنگا میں اپنی مخصوص شکتی بھر دی۔ تاکہ وہ جیوؤں کا کلیان کرے۔ پاپوں کا ناش کرے۔ اور مرنے کے بعد سورگ لوک تک پہنچا دیوے۔ اُسمیں ایسا جل بھر دیا۔ جو کہ سینکڑوں سالوں تک بوتلوں میں بند پڑا رہے۔ تو کبھی خراب نہ ہو۔ کوہ ہمالیہ۔ کیلاش۔ بندھیاچل۔ کوہ سلیمان۔ ہندوکُش۔ کئی پہاڑ بنائے اور کوہ ہمالیہ کو پہاڑوں کا راجہ بنایا۔ گنگا ساگر۔ ہند ساگر۔ عرب ساگر۔ پرشانت مہاساگر کئی سمندر بنائے۔ پرتھوی پر کئی دیش بنائے۔ اور بھارت ورش کو خاص ہی اہمیت دی۔

چوراسی لاکھ قسم کی یونیاں بنائیں۔ اور ہر یُونی میں کروڑوں ہی جیو اور اُنکی شکل وصورت اور رنگ مختلف سے مختلف بنائے۔ مکھی۔ مچھر۔ کیڑے۔ مکوڑے۔ اور اتی سوکھشم جراثیم بنا کر اُن میں بھی اپنی چیتن شکتی بھر دی۔

شیر۔ چیتا۔ گینڈا۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔ گائے۔ اونٹ۔ گدھا۔ خچر۔ کُتا۔ بلی۔ خرگوش۔ وغیرہ انیک چوپائے بنائے۔ اور گائے کو کام دھینو (سب کامناؤں کے دینے والی) اور افضل بنایا۔ مگرمچھ۔ ویل مچھلی۔ کچھوا۔ مینڈک۔ چوہا۔ سرپ چھپکلی۔ گویا کئی پرکار کے جیو رچے۔ ہنس۔ طوطا۔ مینا۔ مور۔ ہُدہُد۔ کوا۔ چڑیا۔ لالی۔ مُرغ۔ بٹیر۔ کبوتر۔ بگلا۔ بطخ۔ اُلّو باز۔ چمگادڑ۔ وغیرہ۔ انیک رنگوں اور شکلوں کے پکشی بنائے اور سب میں نر اور مادہ بنا دیئے۔ اور ایک دوسرے کیساتھ موہ اور پیار نیز رشتے کی برتیاں پیدا کر دیں تاکہ اس سنسار کا سلسلہ بدستور جاری رہے۔ واہ رے کاریگر عجیب ہے تیری کاریگری۔ ،،

چیتا۔ شیر۔ ریچھ۔ بندر۔ بن مانس۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ خرگوش۔ لومڑی۔ وغیرہ وغیرہ کئی پرکار کے جانور بنائے۔ انسان کا جسم تو ایشور کی سب سے نرالی اور آخری ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ہر پرکار سے مکمل ہے۔ اور افضل ہے۔ اور یہ سب جیوؤں کا راجہ تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیا جاتا ہے۔

سب جیوؤں میں صرف انسان ہی ہے۔ جو کہ کرم کرنے میں سوتنتر ہے۔ باقی سب جیو پرتنتر اور پرادھین ہیں کسی کے پاؤں ہیں۔ تو ہاتھ نہیں۔ جیسے ہوا میں اڑنے والے تمام جانور ہاتھوں کا کام چونچ سے لیتے ہیں۔ سانپ وغیرہ رینگنے والے جیوؤں کے نہ ہاتھ ہیں۔ نہ پاؤں۔ چوپائے جانوروں کے صرف پاؤں ہیں۔ ہاتھ نہیں۔ اُلّو اور چمگادڑ کی آنکھیں تو ہیں۔ لیکن دن کے وقت وہ اندھے ہوتے ہیں۔ اور رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی وہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔

انسان کے سوائے باقی سب بھوگ یونیاں ہیں۔ ان سب کو انسانی جسم پراپت ہوا تھا لیکن شاستر وردھ کرم کرنے کے باعث یہ نرک کی سزا بھگتنے کے بعد مختلف یونیوں میں اپنے گذشتہ جنموں کے اعمال بھوگنے کے لئے

سنسار میں پیدا ہوئے ہیں۔ منش جہاں اپنے گذشتہ جنموں کے پھل کو بھوگتا ہے۔ وہاں نئے نئے شبھ کرم کرکے دیوتا بھی بن سکتا ہے۔ اور بُرے کرم کرکے نرک بھوگ کر نیچ یونیوں میں بھی چلا جاتا ہے۔ پرماتمانے انسان کو سب سے اعلیٰ دماغ دیا ہے۔ جس سے یہ دھرم اور اپنے فرائض کو جانکر اعلیٰ معراج تک پہنچ سکتا ہے یعنی آتم گیان کو حاصل کرکے مُکت ہوسکتا ہے جب انسان خود اپنے جسم کی بناوٹ پر وچار کرتا ہے۔ تو متحیّر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آج اس کو اپنا شریر پچاس ساٹھ سال کا بوڑھا نظر آتا ہے کبھی یہ جوان تھا۔ جوانی سے پیشتر خوبصورت بارہ[12] چودہ[14] سال کا نو عمر بالک۔ اس سے پہلے وہ ماں کی گود میں کھیلنے والا بچّہ۔ جب مزید غور کرتا ہے۔ اور بچّوں کی پیدائش کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے ہی جنم پر غور و خوض کرتا ہے۔ تو انوبھو کرتا ہے۔ کہ وہ بھی ماں کے گربھ میں نو ماہ اُلٹا لٹکا رہا۔ اور اس سے پہلے وہ باپ کے خون میں نطفہ کی شکل میں تھا۔ باپ کا خون سبزیوں سے بنا۔ اور سبزیاں زمین سے پیدا ہوئیں۔ گویا وہ پرتھوی ماتا کے گربھ سے سبزی رُوپ میں نمودار ہوا سبزیاں بارش سے اور بارش آسمان سے آئی۔ آسمان میں وہ بجلی رُوپ بن کر چمکا۔ اور بجلی میں آنے سے پہلے وہ دھیولوک۔ پتری لوک۔ چندر لوک۔ سورج لوک۔ برہم لوک۔ وشنو لوک۔ رُدر لوک۔ یم لوک۔ وغیرہ وغیرہ میں اپنے کرموں کے انوسار نرک اور سورگ بھوگتا رہا۔

ایسا قدرتی نظام دیکھکر کون سلیم العقل انسان ہے جو کہ چکِت (حیران) نہیں ہوتا۔ ناستک سے ناستک (کافر) منش بھی اگر اپنے ہی شریر پر غور کریں۔ تو اُن کو بھی ماننا پڑے کہ انسانی عقل سے بالاتر کوئی ادبھت (عجیب غریب) شکتی موجود ہے۔ جس نے اس جڑ شریر میں پران وایو کا سنچار کیا۔ اور گھڑی کی طرح دل HEART ٹِک ٹِک کی آواز دے رہا ہے۔ دل سے 72 کروڑ ناڑیوں کے ذریعہ خون تمام شریر میں دورہ کرتا ہے۔ اس پران وایو کا تمام برھمانڈ کی وایو سے تعلق ہے۔ آخر اس وایو کو نیز آگ مٹی۔ پانی۔ آکاش کو بنانے والی بھی تو کوئی شکتی ہے۔ (آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل اور پرتھوی۔) پانچ مہا بھوتوں (عناصر) سے کان۔ ناک۔ منہ۔ زبان۔ ہاتھ پاؤں۔ لِنگ اور گُدا پانچ گیان اندریاں اور پانچ کرم اندریاں بنائیں۔ آنکھ میں چمڑے کا ہی شیشہ لگا دیا ہے۔ جس سے دُنیا کی تمام چیزیں نظر آتی ہیں۔ ناک سب خوشبوؤں اور بدبوؤں کو سونگھتی ہے۔ کان سُنتے ہیں۔ زبان چکھتی ہے۔ ظاہرا طور پر یہ چمڑے کے بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اِن کے اندر سوکشم طاقتیں (دیوتا) موجود ہیں۔ جو کہ جیو آتما (راجہ) کا بسرو چشم حکم بجالاتے ہیں۔ پانچ پران ہیں۔ (پران۔ اپان۔ سمان۔ ویان اور اُدان) دیکھئے کس طرح اُس سرو شکتیمان نے ہوا (وایو) کو باندھ دیا ہے۔ پران اور اپان اُسی کی شکتی سے اندر اور باہر آتے جاتے ہیں۔ انسان کی کیا مجال کہ اُن کو روک سکے۔ اُدان۔ غذا کو خون کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ فضلہ اور پیشاب کو علیحدہ کرتا ہے۔ خون کا عطر نکالکر اُسکا ویرج بناتا ہے۔ ویرج سے نطفہ بناتا ہے۔ اور پھر معین وقت پر رحم میں نطفہ کو لے جاتا ہے۔ اور وہاں لوتھڑا۔ بُدبُد کلکل بناتا۔ دسویں مہینے میں انسان کی سی شکل میں مبدول کر دیتا ہے۔ اور عالم انسان کے بھوگ دلاتا ہے۔ اور جب اس کے بھوگ یہاں ختم ہوجاتے ہیں تو یہی اُدان اُس کو یہاں سے اُڑا لے جاتا ہے۔ اور اوپر کے لوگوں میں پہنچا دیتا ہے۔ یا زمین میں میل دلاتا ہے۔ اور زمین سے نباتات۔ اور نباتات سے غذا۔ غذا سے خون۔ خون سے نطفہ اور

ہر نوع کی ترناری میں نکالتا ہوا۔ کیٹ پتنگ یا چرند پرند کی جونیاں دلاتا ہے۔ اسی کے چنگل میں ہم اپنے اعمالوں کے سبب کچھ کے کچھ بن جاتے ہیں۔ کبھی ہم زمین میں چرند ہوکر چرتے۔ کبھی پرندہ ہوکر اُڑتے۔ کبھی گدھا۔ اونٹ اور بیل ہوکر لدے جاتے اور مار کھاتے ہیں۔ کبھی ہم آسمان میں اپنے اعمالوں کے سبب سورگ اور نرک کو بھوگتے ہیں۔ یہ سبھی اُدان (پران) کے عجائبات ہیں۔ یہ پانچ قسم کے پران ہمارے شریر میں کس پرکار کام کرتے ہیں۔ سوانس کا اندر باہر جانا۔ غذا کو بنانا۔ غذا کو پچانا۔ خون کو صاف کرنا۔ اور پھر اُس کو جسم کے انگ انگ میں پہنچانا۔ فضلہ اور پیشاب کو باہر نکالنا۔ کیسی عجیب وغریب مشینری ایک ایک جیو جنتو میں موجود ہے۔ جسکو بنانا تو درکنار اُسکی درستی کرنا بھی انسان کی عقل سے باہر ہے۔ اگر ہوا اندر نہ جاوے یا اندر جاکر باہر نہ آوے اور پیٹ میں ہی رُک جاوے۔ تو انسان مرنے لگتا ہے! اگر ناستک یعنی کافر جو خدا کو نہیں مانتا صرف اسی بات کو ہی سمجھ لے تو اُس کا کفر (ناستک پن) دُور ہوجاوے۔ اور بُرے اعمالوں سے باز آجاوے

کہتے ہیں کہ ایک بار شاہجہاں بادشاہ اپنے مُرشد حضرت میاں میر صاحب کو لاہور میں ملنے کے لئے گیا۔ اسوقت میاں میر صاحب اپنے پرم متر چھجو بھگت کے پاس ست سنگ کیلئے گئے ہوئے تھے۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حضرت میاں میر ایک ہندو فقیر (کافر) کی زیارت کو گئے ہوئے ہیں۔ تو اُسکے من میں کچھ نفرت سی ہوئی (کیونکہ مسلمان مولویوں نے تعصب اور نفرت کے کارن قرآن شریف میں جو کافر لفظ آیا ہے۔ اُسکے معنی ہندوؤں پر تھوپ دیئے ہیں۔ حالانکہ کافر کے صحیح معنی خدا کو نہ ماننے والے ناستک کے ہیں۔ اور ہندو تو پرم آستک یعنی خُدا کو حاضر ناظر۔ اور تمام قدرت میں سمایا ہُوا مانتے ہیں۔

ق۔ قدرت کھنیں نہیں جُدا قادر۔ قُدرت وِچ ہی آپ سمایا اے
جیسے واستا پھل کھیں بھِن ناہیں۔ تیسے سرب سنسار میں آیا اے
کتے مندراں دے وچ نظر آیا۔ کتے وچ مسیت دے پایا اے
چارے وید قرآن رنجیت راماں۔ گائن آپ دا آپ ہی گایا اے،

بادشاہ کے دماغ میں وہی غلط خیال سمایا ہُوا تھا کہ ہندو کافر ہوتے ہیں۔ پھر میرا پیر مُرشد ایک کافر ہندو فقیر کے پاس کیوں جاتا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ ؎

عاشقاں را مذہب و ملت خُدا است

جو خُدا کے سچے عاشق ہوتے ہیں۔ وہ کسی خاص مذہب کی قید میں نہیں رہتے۔ وہ تو خُدا کو ہی اپنا مذہب سمجھتے ہیں کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ۔ (سوائے خُدا کے دُوسرا کوئی ہے ہی نہیں) اور وید دا کے سرونگ کھلو ادم برہم (نشچے کر کے سب کچھ برہم ہی برہم۔ خدا ہی خدا ہے)

بادشاہ کے دل میں یہ کفرانہ خیال آنے کی دیر تھی کہ اُس کا اُدان پران رُک گیا۔ پیٹ پھُول گیا۔ ہوا خارج نہ ہوئی۔ لاہور کے تمام فاضل حکیم حاضر ہوئے۔ علاج معالجہ شروع ہُوا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا" بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ جُوں جُوں دوا کی" کے مصداق بادشاہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ ناقابل برداشت درد تھی۔ جان لبوں پر آگئی۔ بیہوشی کی حالت وارد ہونے لگی اور اُس نے اپنے پیر مُرشد کے آخری دیدار کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ فوراً پالکی منگوائی گئی۔ بادشاہ کو کچھ طاقت

کے چوبارہ پر پہنچایا گیا۔ حضرت میاں میر صاحب ایک خدا رسیدہ فقیر تھے۔ وہ جانی جان تھے۔ روحانی طاقتوں کے مالک تھے۔ وہ بیماری کا اصل کارن سمجھ گئے اور کہا۔ بادشاہ سلامت۔ ہم تمہارا علاج کرتے ہیں لیکن اسکا عوضانہ دینا پڑیگا۔ بولو! **زندگی چاہیئے۔ یا سلطنت؟**

بادشاہ نے جواب دیا۔ اے پیر مرشد۔ میری جان بخشی کراؤ۔ اور تمام سلطنت لے لو۔

میاں میر صاحب نے فرمایا۔ کہ چھجو بھگت ہی آپ کا علاج کر سکتے ہیں۔ اُن کو کہو۔

چھجو بھگت جی کو حضرت میاں میر نے اشارہ کیا۔ اور اُنہوں نے بادشاہ کے پیٹ پر بھگوان کا نام لیکر ہاتھ پھیرا۔ اور اُسی وقت اندر سے ہوا خارج ہوئی۔ اور بادشاہ کو تندرستی جیسی نعمت دوبارہ میسّر ہوئی۔

داناؤں نے سچ کہا ہے:۔ **تندرستی ہزار نعمت ہے۔**

بادشاہ کو حضرت میاں میر جی نے نصیحت دی تھی۔ (۱) فقیر اور سنت لوگ کسی ایک مذہب کی قید میں نہیں رہتے گویا وہ لا مذہب ہوتے ہیں۔

ہم مذہب ناہیں کوئی عاشقاں دا لا مذہب والے رستے جاوندے اوہ
دین دُنی والے خانے ترک کر کے ڈیرہ لامکان وچ لاوندے اوہ
گنگا جمنا بنارسوں رہ چُکے برہما نند والے تیرتھ نہاوندے اوہ
گوبند گیت گاون سارے چھڈ اکو انا الحق والا راگ گاوندے اوہ

م مذہب دی گل کی پُچھنائیں۔ مذہب عاشقاں دا مولا جان اکو
فاحشہ دُوئیت نوں دین طلاق ہس کے۔ دیکھن اِک تے تشن نشان اکو
حرف دُوئی دا۔ دِلوں بھُلا بیٹھے۔ پڑھن اِک تے لکھن لکھان اکو
دال وال کوکن اکو اِک گوبند۔ دِل اِک تے اُپر زبان اکو

فقیروں کا کوئی مذہب نہیں۔ اور سب مذاہب اُنکے ہی ہیں یعنی تعصب اور تنگدلی اُنکی فطرت میں نہیں ہوتی۔ وہ خُدا کا رُوپ ہوتے ہیں۔ اُنکے متعلق کسی قسم کی اشرد ھا لانا گُنّاہ عظیم ہے۔ جس کی سزا قدرت کیطرف سے ملتی ہے۔

دُوسرا سبق یہ دیا۔ کہ

جس سلطنت کا تمہیں بہت ابھیمان ہے۔ اُسکی قیمت پیٹ کی گندی ہوا کے برابر بھی نہیں ہے۔

(آمدم بر سر مطلب) مطلب یہ ہے کہ اپان وایو۔ جو کہ شریر کے اندر اجواب کام کرتی ہے۔ اُسکو بنانے والی کتنی ادبھوت شکتی ہے۔ جو کہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ لیکن اُسکے کاموں سے اُس کا انومان ہوتا ہے۔ جو ان ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن دل (انتہ کرن) کی آنکھیں (جو کہ گورو مرشد سے میسّر ہوتی ہیں) کھُلنے پر اُسکے

پرتکش درشن ہوتے ہیں۔ وہ نرآکار سرو شکیتمان پرماتما ہر ایک جیو جنتو کے ہر ذرہ میں بیٹھا ہوا سب کے کرموں کی نگرانی کرتا ہے۔ گیتا میں بھگوان کرشن نے فرمایا ہے۔

ईश्वरः सर्व भूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति।
भ्रामयन्सर्व भूतानि यन्त्रारूढानि मायया ॥ १८/६१

آج کا ناستک انسان پرماتما کو بھولکر اور جہاں پاپ کرکے انیک پرکار کے دکھ پا رہا ہے۔ ؎

پربیشور توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ (نانک)

ایشور کو بھولکر اگر دنیا چاہے کہ وہ سکھ کا سانس لے تو یہ ناممکن ہے۔ اسلئے ہمیں سرو شکیتمان پرمیشور کا ہر وقت چنتن اور دھیان کرنا چاہیئے۔ اور اسکی اپاسنا سے اور اس کے گیان سے جنم مرن روپی آواگون سے چھٹکارا حاصل کرنے کا یتن کرنا چاہیئے۔ جو کہ منش جنم کا دھیہ (یعنی مقصد اعلیٰ) ہے۔

اور کاج تیرے کتے نہ کام ۔ مل سادھ سنگ بھج کیول نام (نانک)

شانِ الٰہی

از قلم شری جگن ناتھ صاحب صفی

میں کیا بتاؤں شان اس ربِّ کریم[1] کی — اس مالک جہان کی، خدائے عظیم[2] کی

چھوٹے سے چھوٹا ہو رہا ہے رونما وہی — اور سب سے بڑا وہی، ارض و سما[3] وہی

جس جا نظر اٹھائیں ہیں اسکے ظہور[4] سب — جو ہو رہے ہیں رونما نزدیک دور سب

ہے مظہرِ ذاتِ احد[5]، جو کچھ ہیں دیکھتے — پیشِ نظر ہیں جلوہ ہا بس اس ملیک[6] کے

اس عامرِ[7] قدیم رحمان الرحیم[8] کے — اس داورِ[9] عدیل کے ربِّ علیم[10] کے

بس ماسوائے ذاتِ آں منّان[11] مستجیب[12] — آتا نہیں نظر ہمیں کیا بات ہے عجیب

گلہائے رنگا رنگ میں ہر رنگ و بو وہی
اور صورتِ ثمر[13] میں بھی ہے روبرو وہی

۱ دیالو
۲ جہان
۳ پرتھوی اور آکاش
۴ درشیہ نظارے منظاہر
۵ ایکونکار
۶ مالک
۷ آباد کرنیوالا
۸ دیالو کرپالو
۹ عادل منصف
۱۰ جاننے والا۔ دونده ۱۱ بہت نیکی کرنے والا۔ ۱۲ دعا قبول کرنیوالا ۱۳ پھل

اوم اوم

شنکا سما دھان

(از ایڈیٹر)

انہد شبد کی پراپتی کے سادھن

پرشن۔ (۱) انہد شبد کیسے پراپت ہو سکتا ہے۔ کیا یہ لوگ سادھنا کے بغیر بھی پراپت ہونا ممکن ہے؟
صرف دائیں کان سے ہر وقت شبدوں کے سننے کی شاستروں نے بہت پرشنسا کی ہے اسکی اصلیت کیا ہے؟
(۲) تتووں پر وجے پراپتی کے کون کونسے سادھن ہیں۔ کیا آجکل منش اشٹانگ یوگ کا ادھکاری نہیں ہے؟
پنچ مہابھوت یعنی پرتھوی جل وغیرہ ان پر وجے پراپت کرنے کے کون سے سادھن ہیں۔
(۳) کیا کبھی منتر جپ سے بھگونت ساکھشاتکار ممکن ہو سکتا ہے۔ لابھ چند کوہلی

اُتر۔ انہد شبد صرف دھیان یوگ سے بھی پراپت ہو جاتا ہے جیسا کہ آجکل رادھا سوامی مت کبیر پنتھی۔ وغیرہ کرتے ہیں۔ لیکن اس میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ کئی کئی سال ابھیاس کرنے کے باوجود کامیاب نہ ہونے پر پھر مایوس سے ہو جاتے ہیں۔ (پنجابی میں جیسے کہا جاتا ہے۔ کہ ڈھیری ڈھا بیٹھتے ہیں) اور تمام ذمہ داری گورو پر ڈال کر اسی آشا میں زندگی کا بہترین حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ کہ سہ گورو اپنی نظر سے ہی تار دیگا۔ "نانک نظری نظر نہال،، اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خود محنت نہیں کرتے لیکن گورو بیچارہ کیا کرے۔ جب سکھوں میں نوٹ + ڈاکٹر کا کام ہے دوائی دینا اگر مریض دوائی کا استعمال ہی نہ کرے اور محض ڈاکٹر کی قابلیت کی تعریف کرتا جاوے تو اس کے راضی ہونے کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اس ابھیاس کیلئے بھی دن رات ایک کرنا پڑتا ہے۔ ووہار کو سوکھشم۔ خوراک کو سوکھشم۔ نیند کو سوکھشم۔ بانی کو سوکھشم۔ آنکھ ناک۔ کان کے وشیوں میں آسکتی کا نہ ہونا۔ ست سنگ اور پربھات کے سمے اُٹھ کر بیٹھنے کی عادت۔ وغیرہ وغیرہ کئی طرح کی پرہیز اور سادھن لازمی ہیں۔ جب تک پرم ستوگن کی بردھی نہ ہو یہ انہد شبد صرف دھیان یوگ سے پرگٹ نہیں ہوتا۔ لیکن پاتنجلی یوگ شاستر کے مطابق یوگ کے آٹھوں انگ دھارن کرکے اور اپنی شکتی مطابق پرانایام کو آہستہ آہستہ بڑھانے سے یہ چیز بہت جلد پراپت ہو جاتی ہے یوگ آسن اور پرانایام ہی دراصل اس یوگ کے لئے بہترین سادھن ہیں۔ نیز پرانایام کے ساتھ ساتھ گایتری منتر کا جاپ اسکے لئے خاص اوشدھی ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ یہ یوگ کا راستہ صرف رادھا سوامی مت نے ہی بتایا۔ ان سے پیشتر سب لوگ کال چکر میں پڑے ہوئے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ پراچین کال میں رشیوں نے بھگوان شیو کی اُپاسنا کی اور اُنکی کرپا سے یہ ودیا اُنکو پراپت ہوئی۔ ست جگ میں یہ یوگ عام تھا۔ مہرشی پتنجلی نے جو راستہ بتایا اس کے صرف ایک انگ کو لیکر ہی آجکل کے لوگ چل رہے ہیں۔ سوامی شنکر آچاریہ بھرتری۔ پورن بھگت۔ باوا لال جی۔ کبیر بھگت۔ دادو جی۔ گورو نانک

صاحب نے تمام تتووں پر وجے پراپت کرلی تھی۔ وہ اپنے شششوں کے ساتھ آنکھیں بند کرنے پر دُنیا کے ہر حصہ میں فوراً ہی پہنچ جاتے تھے چنانچہ اتہاس شاہد ہے کہ وہ یوگ بل سے بھارت کے کونہ کونہ میں گئے وہ مکہ مدینہ بھی گئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے کرشمے دکھائے۔ اور سدھوں کے ساتھ انہوں نے گیان گوشٹ کیا۔ انہوں نے انوبھو کیا کہ ہماری سرشٹی کے علاوہ اور بھی لاکھوں سرشٹیاں موجود ہیں۔ جن میں ہماری طرح لوگ بستے ہیں اور اُن سرشٹیوں کا کوئی انت نہیں۔ بھگوان کی اس بے انت لیلا کو دیکھکر وہ یوں بیان کرتے ہیں۔ سہ

پاتالاں پاتال لکھ آکاساں آکاس ۔۔۔ اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہن اک وات
سہس اٹھارہ[1] کہن کتیباں اصلوا اک دھات ۔۔۔ لیکھا ہوئے تاں لکھئے لیکھے ہوئے وناس
نانک وڈا آکھئے آپے جانے آپ

[1] اٹھارہ ہزار عالم

مندرجہ بالا تمام مہاپُرش اس کلجگ میں ہی ہوئے اور انہوں نے یوگ ودیا سے ایسے ایسے کاریہ کر دکھائے کہ جن کو ہم لوگ اسمبھو (ناممکن) سمجھتے ہیں۔ سوامی شنکر آچاریہ جی نے منڈن مشر کو شاسترارتھ میں جیت لیا لیکن اُسکے بعد اُسکی دھرم پتنی نے شاسترارتھ آرمبھ کیا۔ اور گرہست دھرم کے متعلق ایسے ایسے پیچیدہ سوال پیش کئے جن کا جواب ایک برہمچاری نہیں دے سکتا چنانچہ سوامی جی نے اس سے چھ مہینے کی مہلت مانگی۔ اور ایک پہاڑ کی گپھا میں سمادھی لگا کر اپنی جیو آتما کو ایک راجہ کی دیہہ میں پرویش کرا دیا۔ جو کہ اپنے پران تیاگ چکا تھا۔ راجہ کی دیہہ میں پھر جان پڑ گئی اور اس دیہہ کے ساتھ سوامی جی نے راج دھرم کو چھ ماہ تک نبھایا۔ اور جب استرانی کے جوابات کا حل مِل گیا تو راجہ کی دیہہ کا تیاگ کر کے پھر اپنے پہلے شریر میں جو کہ پہاڑ کی کندرا میں موجود تھا اور جسکی حفاظت اُنکے ششش کر رہے تھے۔ اسمیں پرویش کر لیا۔ اب استرانی کے ساتھ شاسترارتھ کرنے کے لئے سرنگیر پہنچے اور اُس نے اپنی ہار مان لی۔

تتووں پر وجے پراپتی کے سادھن یوگ آسن اور پرانایام ہی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ابھیاس کر کے تمام ردھیاں سدھیاں پراپت ہو جاتی ہیں۔ لیکن جو شخص بغیر گورو کے اور بغیر کسی اشٹ دیوتا کے اور بغیر کسی اشٹ منتر کے انکی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ جی۔ حالانکہ پورن ویدانتی تھے لیکن یوگ ودیا حاصل کرنے کیلئے انہوں نے بھگوان شنکر کو اپنا اشٹ دیو تصور کیا اور گنیش جی اور بھوانی پاروتی کی بھی پرستش کی (جو کہ کلجگ کے پردھان دیوتا ہیں) تب ہی وہ اس یوگ میں کامیاب ہوئے۔ نیز وہ بال برہمچاری تھے۔ اسی طرح گورو مچھندری ناتھ گورو گورکھ ناتھ۔ پورن بھگت۔ باوا لال۔ گورو نانک۔ یہ تمام مہاتما لوگ برہمچریہ کا پالن کرتے رہے۔ اور تمام اندریوں کو ہمیشہ اپنے ادھین رکھا۔ یوگ کمانا آسان نہیں۔ بلکہ زندہ مرنا ہے۔ آج کا ہندو اپنے تمام دھرم شاستروں اور یوگ ودیا کو بیکار اور فضول سمجھکر مغرب زدہ ہو کر اور بام مارگیوں کے پیچھے اندھا دھند لگا ہوا ہے۔ اور وشیوں کی گندگی کو ہی سب کچھ سمجھکر اپنے منش جنم کو ہی برباد کر رہا ہے۔ گویا اپنا سروناش کر رہا ہے۔ لیکن ہمارے بزرگ وشیوں سے مطلقاً سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اور وہ یوگ ابھیاس اور دھرم کرم کو ہی سرو شریشٹھ مان کر تمام زندگی اُس میں صرف کرتے تھے۔

..بعض لوگ کہتے ہیں کہ دائیں کان سے شبد سُننے والے مایا چکر کو آسانی سے پار کر جاتے ہیں لیکن بائیں کان سے شبد کو

سننے والے مایا جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے دائیں کان پر ہی اپنی سرت کو لگانا چاہئے۔

آجکل ہزاروں استری پُرش اس سرت شبد کے خواہاں ہیں اور اسکی پراپتی کیلئے اپنے سناتن ویدک دھرم سے متنفّر ہوکر موجودہ وقت کے مت متانتروں میں پھنس کر ایک ایسے گہرے اور تاریک کنوئیں میں گر چکے ہیں۔ جہاں سے انکا نکلنا مشکل ہوگیا ہے۔ وہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح سمندر یعنی سناتن ویدک دھرم کو کنوئیں سے بڑا نہیں سمجھتے۔ اور اگر انکو کوئی کہے کہ بھائی سمندر بہت بڑا ہوتا ہے۔ تو وہ کنوئیں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چھلانگ لگاکر سوال کرتے ہیں کہ کیا سمندر اس سے بھی بڑا ہوتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں دیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ناممکن بات ہے۔ ایسے ہی ویدک دھرم کی تعلیم سے بے بہرہ لوگ گورو ڈم کے دائرہ میں قید ہوکر وسیع النظری سے محروم ہوجاتے ہیں۔

گیانی کی اُپاسنا

پرشن: میں سگن اُپاسنا کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے یہ بتائیے کہ گیانی کس طرح اُپاسنا کرتا ہے اور کس کی اُپاسنا کرتا ہے جبکہ یہ سب کچھ آپ ہی ہے۔ وہ کیا ہے اور کون ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں برہم ہوں" (۲) یہ سچ ہے کہ من کی برتی کو ایکاگر کرنے کے لئے کوئی سادھن اوشیک ہے لیکن جو شخص مورتی پوجا پر یقین نہیں رکھتا وہ اپنے من کو کس طرح ایکاگر کرے۔ اگر آپ کہیں کہ دل میں شبد یا روشنی کا دھیان کرے تو وہ بھی ایک پنچ بھوتک وستو ہے۔ پرماتما تو نہیں ہے؟ موہن لال

اُتّر: ایک ہی خوراک سب کے لئے مفید نہیں ہوتی۔ مورتی پوجا تو مبتدی کیلئے درکار ہے۔ ہم نے تو ایک چھوٹے سے پتھر میں برہم درشٹی کرکے تمام سنسار میں برہم (آتما) کا انوبھو کرنا ہے۔ اگر آپکی طبیعت کا رجحان قدرتی طور پر گیان مارگ کی طرف ہے تو آپ کو وویک ویراگ وغیرہ سادھنوں کے ذریعہ ہی اپنے من کو ایکاگر کرنے کا یتن کرنا چاہئے۔ آپکو کسی آکار کسی شبد یا روشنی وغیرہ کا تصور کرنے کی اوشیکتا نہیں۔ وہ طریقہ پہلی دوسری کلاس کے جگیاسوؤں کیلئے داناؤں نے مقرر کیا ہے۔ آپ جیسے وچار وانوں کو تو گیان دوارہ ہی من کو ایکاگر کرنا چاہئے۔ اصلیت یہ ہے کہ وچار اور وویک دوارہ من ایکاگر کیا ہوا پھر کبھی وکشیپ میں دکھ نہیں مانتا۔ جو لوگ سرت شبد یا کسی پرکاش کا دھیان کرکے من کو ایکاگر کرتے ہیں۔ انکا من عارضی طور پر شانت ہوتا ہے۔ جیسے گرمی کے موسم میں ٹھنڈے جل سے اشنان کرنے کے فوراً بعد پھر گرمی کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اسی طرح ایسے ابھیاس کرنے والے پرشوں کا من جب سمادھی اوستھا سے اُستھان ہوکر سنسار کے پدارتھوں کو دیکھتا ہے تو جھٹ اپنی پرانی عادت کے زیر اثر ہوا۔ ان ہی وشیوں کو گرہن کرکے وکشیپ اور آورن میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ انکے لئے سنسار ویسے کا ویسا ہی بنا رہتا ہے اور وہ باوجود کافی عرصہ ابھیاس کرنے پر بھی کال چکر سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اس پر ایک درشٹانت نہایت موزوں بیٹھتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے ایک بلی پالی اور اس کو ایسا سدھایا کہ اس کے سر پر چراغ رکھ دیتے اور چراغ کی روشنی میں قرآن شریف پڑھتے رہتے بلی ذرا بھی نہ ہلتی۔ اس بلی کی تعریف تمام شہر میں پھیل گئی۔" مولوی صاحب کے شاگردوں نے انعام واکرام حاصل کرنے کی غرض سے بادشاہ تک بھی اس عجیب غریب بلی کی خبر پہنچادی۔ اب بادشاہ کو بھی اس بلی کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوگیا۔ وہ اپنے امیروں وزیروں کو ساتھ لے کر مولوی صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ ان وزیروں میں ایک زیر

بہت داناا ور ہوشیار تھا۔ اس نے اپنی جیب میں ایک چوہا ڈال لیا۔ اور جب سب لوگ قرآن شریف سننے لگے اور بلّی کی من ہی من میں تعریف کرنے لگے تو وزیر صاحب نے چوہے کو جیب سے نکالا اور بلّی کے سامنے چھوڑ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ بلّی نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ چوہے کو پکڑنے کیلئے لپکی چراغ کہیں کا کہیں جا پڑا۔ اور اُسکے تیل سے قرآن مجید خراب ہوگیا۔ اور مولوی صاحب شرمندہ سے ہو گئے۔

یہی حال اُن لوگوں کے من کا ہے۔ جو گیان وچار سے شونیہ ہیں۔ جنکی درشٹی میں سنسار کی ستّا جوں کی توں بنی ہوئی ہے۔ اور مِتھیا بھاو پرگٹ نہیں ہُوا۔ اُنکی سمادھی اوستھا عارضی ہوتی ہے۔ لیکن ادھر گیانی کے من کی اوستھا ہر حالت میں سِتھر رہتی ہے۔ وہ آنکھیں کھولے یا بند کرے۔ اُس کو باہر بھیتر برہم کا ہی انوبھو ہوتا ہے۔ وہ سنسار کو مِتھیا اور صرف برہم کو ہی ست سمجھتا ہے۔ اد ھیا سنسارک پدارتھوں میں اُس کا من چلائمان نہیں ہوتا۔ اسلئے دیگر تمام سادھن ایسے ہی ویرتھ ہیں جیسے کمرے کے اندھیرے کو دُور کرنے کے لئے پنکھا اور جھاڑو وغیرہ دینا۔ اندھیرا تو پرکاش سے ہی دُور ہوگا۔ اسی طرح اگیان کے کارن ہم نے سنسار کو تو ست سمجھ رکھا ہے اور آتما کو دُور کہیں بہت دُور۔ سچ کھنڈ میں تلاش کرتے ہیں۔ کبھی شبد کے ذریعہ اور کبھی پرکاش کے ذریعہ اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو کہ سب کرم اور اُپاسنا کی پہلی کلاس کے ابھیاس ہیں۔ اگر وچار سے دیکھا جاوے تو پرماتما تو سدا ہمارے انگ سنگ ہے۔ وہ ہماری بُدھی روپی گپھا میں اپنے پرکاش سے جگمگا رہا ہے۔ وہ چیتن دیو تو کبھی دُور ہوا ہی نہیں۔ اُسکے ہونے کا ثبوت ہی ہماری زندگی ہے اگر وہ نہ ہو تو ہماری زندگی کہاں۔ وہی باہر ہے وہی اندر ہے۔ گویا سب کچھ وہی ہے۔

من کا وکھشیپ دراصل ہے کیا؟ یہی ہے نا کہ وہ سنسار کے پدارتھوں کا تو چنتن کرتا ہے اور اپنے چیتن سروپ آتما کو بھول جاتا ہے۔ "

گیان مارگ میں جو سب سے بہترین ابھیاس سمجھا جاتا ہے وہ ہے اپنے اُپاسک ساکھشی روپ سے انوبھو کرنا۔ اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ آتما اور اناتما یعنی درشٹا اور درشیہ کا پہلے وویک (علیحدگی) کیا جاوے۔ جیسے کہ دودھ اور پانی ملے ہوئے ہوں ہنس اُنکو علیحدہ کر دیتا ہے۔ پانی چھوڑ دیتا ہے اور دودھ پی لیتا ہے۔ ایسے ہی گیانی منش اپنے بُدھی بل سے جڑ اور چیتن کی وچار سے علیحدگی کر کے چیتن سروپ آتما کو گرہن کر لیتے ہیں۔ اور جڑ (شریر) سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے ساکھشی گیان سروپ آتما کا نسچے اور انوبھو کرنا ہی گیان ہے۔ اسی گیان کی روشنی میں سنسار روپی اندھیرا دُور ہو سکتا ہے کسی اور سادھن سے نہیں۔ باقی تمام سادھن من کے مَل اور وکھشیپ دوشوں کو دُور کرنے کی سمرتھا تو رکھتے ہیں۔ لیکن آورن دوش کو دُور نہیں کر سکتے وہ تو جب دُور ہوگا گیان سے ہی دُور ہوگا۔

"میں برہم ہوں۔ میں برہم ہوں" یہ ابھیاس من اور بُدھی سے ہی کرایا جاتا ہے۔ جیسے کانٹے سے کانٹا نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح اس خیال سے کہ "میں برہم ہوں" باقی تمام مِتھیا خیالات کا بادھ کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔ ورنہ بعد میں تو اس کے کہنے کی بھی آوشیکتا نہیں رہتی۔ یہ ابھیاس بھی اہنگرہ اُپاسنا میں ہی شامل ہے۔ لیکن گیان سے جب یہ ثابت ہوگا کہ سب کچھ برہم ہی برہم ہے۔ چیتن ہی چیتن ہے۔ تو اب کون اُپاسنا کرے اور کس کی اُپاسنا کرے۔ ؎

جب دل میں یہ سمائی جو کچھ کہ ہے سو تو ہے
پھر دل سے دُور کب ہو قرب و حضور تیرا

لیکن اس اوستھا کی پراپتی کے لئے پہلے وویک ویراگ آدی سادھن کرنے ہونگے شرون منن کرنا ہوگا پھر ایکانت سیون اور

لگاتار برہماکاربرتی کا پرواہ (ندھیاسن) جاری کرنا ہوگا۔ ورنہ کتھنی گیان سے چِد جڑ گرنتھی (اگیان) کا بھیدن نہ ہونے پر سنسار رجوں کا توں بنا رہے گا۔ اور جنم مرن کے چکر سے رہائی نہیں ہوگی۔ اس لئے اس گیان مارگ کو آسان نہ سمجھیں بلکہ اس پر گامزن ہوکر خوب برہم چِنتن کریں۔ تاکہ جیو برہم کی علیحدگی کا جو بھرم پیدا ہوگیا ہے۔ وہ اچھی طرح دور ہوکر برہم پد پراپتی ہو آگے آپ خود دانا ہیں۔

نرک سورگ کون بھوگتا ہے

پرشن = آتما نرلیپ ہے۔ اسنگ ہے۔ دکھ سکھ سے پرے ہے۔ جنم مرن سے رہت ہے۔ پھر مرنے کے بعد جب یہ شریر نہیں رہتا تو نرک سورگ کا بھوگی کون بنتا ہے؟ (مدن لال بھمبڑی)

اُتّر = شریر تین پرکار کے ہیں۔ استھول۔ سوکھشم اور کارن۔ جب استھول شریر سے سوکھشم شریر کی جدائی ہوتی ہے اُسوقت لوگ کہتے ہیں کہ یہ مرگیا۔ لیکن در اصل جیو آتما مرتا نہیں۔ جیسے کوئی منش ایک بوسیدہ مکان کو چھوڑتے وقت اپنا تمام سازو سامان ایک چھکڑے پر لاد کر نئی جگہ جانے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح جیو آتما بھی اپنے روگی اور بوسیدہ جسم کو چھوڑ کر نیا جسم حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو شریر سے وہ اپنی چیتن ستّا کو سمیٹ کر یعنی تمام اندریوں کو اُن کے مقاموں سے کھینچ کر پران روپی چھکڑے پر اکٹھا کرتا ہے۔ پہلے پاؤں سے اور پھر ٹانگوں سے پھر ہاتھوں سے۔ پھر آنکھوں سے۔ منہ سے۔ ناک سے چیتن ستّا نکلتی ہے۔ اور ہرزہ آکاش۔ جہاں پرانوں کا استھان ہے سب اندریاں اکٹھی ہوکر پران پر سوار ہو جاتی ہیں۔ اور پران روپی رتھ کو کارکنان قضا (موت کے دیوتا۔ یم دوت) جیو کے کرموں کے مطابق نرک یا سورگ میں جہاں مناسب ہوتا ہے لے جاتے ہیں۔ اور وہاں یہ جیو آتما دکھ اور سکھ بھوگتا ہے۔ اسکے کچھ عرصہ بعد پھر اس متیولوک میں آتا ہے پھر مرتا ہے پھر جنمتا ہے۔ اسی طرح اس کا یہ کھیل ہوتا ہے۔ اس کرم چکر سے چھوٹنے کے لئے ہی وید بھگوان نے برہم ودّیا کو پرگٹ کیا ہے۔ جو اس برہم ودّیا سے برہم گیان کو حاصل کر لیتا ہے وہ برہم روپ ہو جاتا ہے۔ اور برہم پد کو پراپت ہوکر کہتا ہے کہ آتما نرلیپ ہے اسنگ ہے۔ دکھ سکھ سے پرے ہے۔ جنم مرن سے رہت ہے اس گیان سے پیشتر تو منش اپنے آپکو پرماتما سے علیحدہ ایک تُچھ جیو ہی خیال کرتا ہے گو یہ جنم مرن نرک سورگ وغیرہ تمام کارروائی مایا میں ہے لیکن جب تک اپنے سروپ (آتما) کا گیان نہ ہو اس جیو کو سب کچھ بھوگنا ہی پڑتا ہے۔ جیسے ایک راجہ سوپن میں اپنے آپ کو بھکاری خیال کرکے پیسہ پیسہ کا محتاج ہوتا ہے اور اتی دکھ پاتا ہے لیکن جب جاگتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ یہ سب سوپن تھا۔ منتھیا تھا۔ میں تو اپنی چارپائی پر آرام سے لیٹا ہوا ہوں۔ مجھے تو در اصل کوئی دکھ نہیں ہوا میرے خیال نے ہی سوپن رچا اور میں نے فضول دکھ پایا۔ اسی طرح آتما کا گیان ہونے پر جیو یہ انوبھو کرتا ہے کہ میرے سروپ میں تو یہ جگت کچھ ہوا ہی نہیں۔ میں تو سدا اپنی ذات میں قائم ہوں۔ مجھ میں نہ دکھ ہے۔ نہ سکھ ہیں تو پرم شانتی اور پرم آنند کو سدا ہی پراپت ہوں۔ بلکہ میرا تو سروپ ہی ست چت آنند ہے۔ میرے من نے خواہ مخواہ اس جگت کی کلپنا کرکے اسقدر دکھ پایا۔ رسّی میں سانپ کا وہم ہوگیا تھا۔ رسّی تو جوں کی توں پڑی ہے ایسے ہی میرے سروپ میں نہ کبھی ہلچل ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ جنم مرن تو سب وہم تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرتک شریر کا اگنی داہ

پرشن۔ لاہور میں میرے ایک مسلمان دوست تھے ہم دونوں کی آپس میں

بہت محبت تھی۔ اور اکثر ٹھٹھا مخول میں اپنے اپنے دھرم کے متعلق بات چیت کرتے وقت اچھے یا بُرے رواجات پر بحث مباحثہ ہو جاتا۔ اس پر نہ وہ رنجش مانتے اور نہ ہی مجھے اُنکے کٹاکش پر کوئی کھید پہنچتا۔ وہ اپنے مذہب کے عقائد پر پابند تھے۔ روزہ نماز پر اُنکا پورا اعتقاد تھا۔ ادھر میں بھی اپنے سناتن دھرم کے مطابق کھان پان کے وقت پوترتا کا خیال رکھتا اور میرے چھوت چھات کرنے پر بھی اُنکو کوئی گلہ نہ ہوتا۔ ہم دونوں شادی غمی کے موقعہ پر ایک دوسرے کا ساتھ دیتے! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے باپ کا دیہانت ہو گیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ شمشان بھومی میں گئے۔ ہم نے لکڑیاں اکٹھی کرکے اپنے پتاجی کا داہ سنسکار کیا۔ وید منتروں سے گھی کی آہوتیاں دیں اور چندن دھوپ اور کافی ہون سامگری ڈالکر اگنی دیوتا کو ارپن کیا۔ پھر پنڈت جی (آچاریہ) نے مجھے ایک لمبی سی چھڑی دی اور کہا کہ اپنے پتاجی کے سر (تالو) میں لگاؤ۔ اس کے بعد پھر چِتا کے ارد گرد پردکھشنا کرائی۔ جب پتاجی کا شریر اچھی طرح جل گیا تو ہم سب نے اشنان کیا اور گھر واپس آ گئے۔

کریا کرم ہو جانے کے بعد میرے دوست نے کہا۔ کہ جو شخص حضرت محمدؐ صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ دوزخ کی آگ میں جلایا جاتا ہے۔ دیکھو آپکے باپ کو بھی آگ میں جلایا گیا۔ پھر تم نے اُنکا سر بھی پھوڑا۔ اپنے محترم باپ کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرنا کیا مناسب ہے؟ آپکے ہندو دھرم کو دُور سے ہی سلام کرنی چاہیئے"۔ میں اپنے دوست کی باتوں کا جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد کئی پنڈتوں اور سادھوؤں سے بھی اپنی تسلی کرانے کی کوشش کی لیکن کسی سے کوئی معقول جواب نہ ملا۔ برائے مہربانی رسالہ اوم میں جواب دیویں کہ ہندو مُردے کو کیوں جلاتے ہیں اور باپ کا سر کیوں پھوڑتے ہیں! جگن ناتھ "

اُتر :- آپ کا پرشن روحانیت کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اگر اس کا وستار پوروک جواب دیا جاوے تو اسکے لئے رسالہ اوم کے کئی ایڈیشن درکار ہیں۔ بہرحال حسب گنجائش ہم اس کا اُتر رسالہ میں دیتے ہیں اگر آپ دتت چت ہو کر اس پر وچار کریں گے تو آپکی شنکا کی نورتی ہو جائیگی۔ اس فلاسفی کو جاننا ہر ایک منش کیلئے ازحد ضروری ہے۔ وجہ یہ کہ ایک نہ ایک دن سب نے مرنا ہے۔ اگر ہم اس گیان کو پراپت کریں گے کہ موت کے بعد منش کی کیا گتی ہوتی ہے؟ منش جنم مرن کے بندھن سے کیسے چھوٹ سکتا ہے؟ سورگ لوک میں اس جیو آتما کو پہنچانے کے لئے کن کن سادھنوں کی ضرورت ہے؟ وغیرہ وغیرہ تو ہمارا کلیان ہو سکتا ہے۔

ہندو دھرم دراصل کوئی مذہب یا مت نہیں جو کسی رشی منی یا پیر پیغمبر کا چلایا ہوا ہو۔ یہ تو ایک قدرت کے ساتھ ساتھ چلنے کا مارگ ہے جس پر گامزن ہونے سے ہر ایک انسان اس لوک میں اور پرلوک میں سُکھ اور شانتی کو حاصل کر سکتا ہے۔ ویدوں کا جو گیان اُس سرو شکتیمان پرماتما نے رشیوں منیوں دوارہ اس سنسار میں پرگٹ کیا وہی ہندو دھرم ہے۔ ماتا کے گربھ میں جب جیو آتما آتا ہے تب سے اس کے سنسکار آرنبھ کئے جاتے ہیں۔ جیسے بے ڈھب لکڑی کو بڑھئی چیر پھاڑ کر درست کرکے اُسکو میز کرسی وغیرہ کی سُندر شکل دے دیتا ہے! ایسے ہی ہندو دھرم میں بتائے گئے سنسکاروں سے بچہ جو کہ پشو سمان ہوتا ہے۔ اس کو صحیح معنوں میں منش بنانے کا یتن کیا جاتا ہے۔ منش بنانے کے بعد پھر ویدوں میں بتائے گئے کرم کانڈ سے اس کو دیوتا بنانے کی کوشش کیجاتی ہے اور آتم گیان کے اُپدیش سے اسکو ایشور روپ (برہم) بنا دیا جاتا ہے جسکو دوسرے الفاظ میں مکتی کہتے ہیں۔

یہ جیو پرماتما کا انش ہے لیکن اُس سچدانند پرماتما سے اپنے آپکو علیحدہ سمجھکر یہ جنم اور مرن کے دکھوں سے اتی کشٹ پا رہا ہے کبھی اپنے کرموں انوسار یہ کیٹ پتنگ آدی یونیوں میں جاتا ہے اور کبھی شاستر انوسار سکام کرم کرکے سورگ لوک کو پراپت ہوتا ہے۔

یعنی گھٹ یَنتر (کنوئیں کے پاتروں) کی طرح کبھی اُوپر سورگ کو جاتا ہے اور کبھی نیچے نرک کو جاتا ہے۔ قدرت نے اس جیو کے کرموں کے مطابق چوراسی لاکھ یونیاں مرتب کی ہیں۔

کوئی بھی دانا شخص ہمیشہ ہی سفر کو پسند نہیں کرتا۔ وہ منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے رِشی منیوں نے جو مارگ اختیار کیا ہے وہ اس چوراسی لاکھ یونی (کرم چکر) سے چھڑانے کا بہترین راستہ ہے۔ اسکے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں۔ وہ پگڈنڈیاں ہیں۔ جرنیلی سڑک نہیں۔ پگڈنڈیوں پر چلتے چلتے آخر اس سڑک پر آنا ہی پڑیگا۔ ورنہ منزل ختم نہ ہوگی تمام مذہب شبھ کرموں پر زور دیتے ہیں لیکن آتم گیان حاصل کرنے کے لئے اُنکے پاس کوئی لٹریچر نہیں ہندو دھرم میں کرم کانڈ کی تعلیم مکمل ہے۔ دُوسرے مذاہب ایک ہی پہلو پر اکتفا کر لیتے ہیں لیکن ہندو دھرم میں یہ خوبی ہے کہ یہ ویدوں کو ایشوری گیان مان کر اسپر پورن شردھا رکھتا ہوا بھی چار اُپ وید۔ چھ شاستر اور اٹھارہ پُرانوں۔ انیک سمرتیوں اور رِشی منیوں کے رچت گرنتھوں سے کرم۔ اُپاسنا اور گیان کا سبق حاصل کرتا ہے۔ ہندو دھرم میں گیان کانڈ کے گرنتھ بھی بے شمار ہیں۔

مرتک شریر کو اگنی میں داہ کرنا بھی کرم کانڈ میں شامل ہے۔ سوامی دیانند جی نے بچہ پیدا ہونے سے موت تک ۱۶ سولہ سنسکاروں کے کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان سنسکاروں میں مرتک سنسکار سب سے زیادہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ اس سنسکار کے کرنے سے ہی جیو کی شبھ گتی ہو سکتی ہے۔ اور آئندہ جنم نہیں ہوتا۔ اسمیں شک نہیں کہ گیان وان پُرش کے لئے اس مرتک سنسکار کا کرنا ضروری نہیں کیونکہ وہ تو اپنے جیون کال میں ہی آتم رُوپ ہو چکا ہے اور برہم گیان سے نرتیو کو پار کر چکا ہے۔ چونکہ دیگر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعی پُورن برہم گیانی تھا۔ یا ابھی ان میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ اس لئے داناؤں نے (سوائے سنیاسیوں کے) باقی سب کے لئے یہ داہ سنسکار لازمی کر دیا۔ تاکہ کسی کی بھی اشبھ گتی نہ ہو۔ یہ منش پرکرتی کے وش ہو کر اپنی آیو میں تین پرکار کے کرم کرتا ہے! اور انکے مطابق ہی تین قسم کی اس کی گتی بھی ہوتی ہے۔ شبھ کرم۔ اشبھ کرم۔ اور مشرت کرم (یعنی اچھے بُرے اور دونوں ملے جُلے) صرف گیان وان پُرش ہی ان کرموں کے بندھن سے آزاد ہوتا ہے۔ جو کہ کروڑوں میں سے کوئی ایک وِرلا ہی ہوتا ہے۔ باقی تمام منش اس کرم چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ اگیانی منش اپنی اس دیہہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے یہی وجہ ہے کہ وہ اسکا وِیوگ ہونے کے سمے موت سے ڈرتے اور دُکھی ہوتے ہیں لیکن اس شریر کے بھوگ ختم ہونے پر جیو آتما کو اس شریر سے مجبوراً علیحدہ ہونا ہی پڑتا ہے کسی کا بھی بس نہیں چلتا۔ کئی حالتوں میں تو جیو مرتے وقت بیہوش ہو جاتا ہے۔ اور کارکنان قضا (موت کے فرشتے) اس کو جنت یا دوزخ میں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر جب اسکی غنودگی دُور ہوتی ہے تو یہ اپنے سامنے اپنے عقیدے کے مطابق سورگ یا نرک کا نظارہ پرتکھش دیکھتا ہے۔ لیکن جس شخص کا موہ اپنے دیہہ کے ساتھ اور دیگر لواحقین کے ساتھ زبردست ہوتا ہے۔ وہ مرتک شریر کے ارد گرد پریت بن کر گھومتا ہے۔ اور پرلوک کی راہ پر گامزن نہیں ہوتا۔ جب یہ اسکو قبر میں دفنا دیتے ہیں۔ تب بھی پریت رُوپ میں وہاں موجود رہتا ہے۔ اور اپنی دیہہ کا خیال نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ بھوت اور پریت کے علم کو جاننے والے قبرستان میں جا کر ایسی رُوحوں کو اپنے قبضے میں کر کے اُن سے کئی پرکار کے (ترجمہ: اُبرے) کام لیتے ہیں۔ ایسی روحیں ہمیشہ بھٹکتی ہی رہتی ہیں۔ اُنکو شانتی نہیں ملتی۔ پریت یونی سے چھڑانے کے لئے انکے بے علم (روحانی علم سے محروم) لواحقین بھی کوئی امداد نہیں کر سکتے۔ ہندو رِشی بڑے دانا تھے انہوں نے اس رُوح کو پریت یونی سے بچانے کے لئے مرتک شریر

کو جلانا ہی مناسب سمجھا۔ کیونکہ اگنی میں جلانے سے اس پانچ بھوتک شریر (آکاش وایو اگنی جل اور پرتھوی کا مجموعہ جو یہ شریر ہے) کو اگنی روپ میں تبدیل کر دیا جاتا ہے! اگر تو یہ جیو اپنی زندگی میں شبھ کرم کرتا رہا ہے تو اس کا رجحان قدرتی طور پر اگنی کے ساتھ ہوگا۔ اور اگنی دیوتا اس کو اپنے روپ میں ملا کر سورج کی کرنوں میں حذف کر کے سورج لوک میں جو دیو لوک ہے وہاں لے جائیگا۔ اور اگر گیانی ہے تو سورج لوک سے وہ سیدھا برہم لوک کو چلا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی زندگی میں کرم کانڈی رہا ہے۔ تو وہ پرجولت اگنی (روشن آگ) کے ساتھ سمبندھ نہ کر کے اپنا تعلق دھوئیں کے ساتھ کرے گا۔ اور ایسی سٹرک اختیار کرے گا جو پتری لوک کو جاتی ہے۔ اس پتر لوک کے ساتھ ہی یم لوک ہے۔ جہاں یہ اپنے کرموں کی سزا جزا بھگتتا ہے! اور بعد میں پھر اس مرتیو لوک میں آتا ہے لیکن تیسرے درجہ کے منش کیلئے جو پاپ کرم ہی کرتے ہیں! اور جن میں پرواز کرنے کی شکتی نہیں ہوتی۔ وہ نہ ہی اگنی کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دھواں کے ساتھ۔ وہ خاک (مٹی) کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اسی لئے ہندو بزرگوں نے اس راکھ (مٹی) کو بھی گنگا جل میں پرواہ دینے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ اگر جیو نے اس راکھ کے ساتھ ہی اپنا تعلق پیدا کر لیا ہو۔ تو وہ گنگا میں پرورش کر کے گنگا روپ ہی ہو جاوے اور وہاں سے وشنو لوک میں پہنچ جاوے۔

اب آپ سمجھ لیں کہ شریر کو جلانا مفید ہے یا دفنانا مفید ہے۔ جلانے سے تو اسکو در اصل نرک سے نکالکر سورگ میں پہنچانا ہوتا ہے اور اگنی دیوتا کی گود میں اس کو سونپ کر اسکی پورن رپتی سے امداد کیجاتی ہے۔ تاکہ یہ اوپر پرواز کرے۔ دیکھئے اگنی کا رخ ہمیشہ ہی اوپر کو ہوتا ہے۔ نیچے کی طرف کبھی نہیں۔ اگنی سورج کا انش ہے! اسلئے یہ سورج کی طرف ہی جاتا ہے۔ جیسے جل سمندر کا انش ہے۔ وہ سمندر کی طرف ہی جاتا ہے۔ ایسے ہی جو راکھ (مٹی) ہے وہ پرتھوی کی طرف ہی رجوع کرتی ہے! اس لئے داناؤں نے اس جیو کو اوپر اٹھانے کی غرض سے اور آسمانی لوکوں میں پہونچانے کے لئے اگنی کے ساتھ اس کا سمبندھ جوڑ دیا ہے پتر چونکہ باپ کا ہی انش ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کے ذریعہ وید منتروں سے کریا کرم کرنے میں مرتک کی روح کو شانتی پہنچتی ہے اور وہ ادھوگتی کو نہیں جاتا۔ پتر سے جو کپال کریا (سر پھوڑنا) کرائی جاتی ہے۔ اسمیں بھی مرتک جیو کی سہائتا کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ ہر ہندو کو روزانہ سندھیا گائتری اور پرانایام کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ جو منش پرانایام کرنے کا عادی ہو۔ وہ موت کے وقت ہزار کوشش کر کے بھی اپنی منو ورتیوں کو باہر سے ہٹا کر انتر مکھ کرے گا۔ اور پرانوں کو چوٹی (تالو سے اوپر کی جگہ) یعنی دشم دوار پر لے جائیگا۔ دوسرے معنوں میں وہ اپنے جیو آتما کو برہم رندھر سے ہی باہر نکالنے کا یتن کرے گا۔ کیونکہ اسکو اس بات کا علم ہوگا۔ کہ اگر میرے پران کسی اور راستہ سے باہر نکلے تو مجھے اس کرم چکر سے چھوٹنا مشکل ہوگا۔ اگر کسی نیچے (مل موتر) کے راستہ سے پران نکلے تو نرک ملے گا۔ اور تمام عمر کی محنت رائیگاں جائیگی۔ اسلئے وہ موت کے وقت اپنا استھان دماغ میں بنا لیتا ہے! اور جو آچاریہ (دانا برہمن) اس جیو کی گتی کو جانتے ہیں وہ اگنی کے اچھی طرح پرجولت (روشن) ہو جانے پر اس کے پتر سے کپال کریا کراتے ہیں۔ تاکہ جیو آتما کو شریر کے بندھن سے باہر نکال کر پرکاشمان اگنی دیوتا کے ساتھ سمبندھت کر دیا جائے۔ اگر اگنی مدھم پڑ جاوے اور کپال کریا نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ جیو آتما کا سمبندھ اگنی کے علاوہ کسی اور تتو کے ساتھ ہو جاوے۔ اور وہ سورج لوک (دیو لوک) تک نہ پہنچ سکے سورج لوک تک پہنچانے کے لئے عین دوپہر کے وقت ہی داہ سنسکار کرانے کی ہدایت ہے۔ رات کے وقت داہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ پتر ایک سنسکرت شبد ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ نرک سے نکالنے والا پُتر نے تو باپ کو نرک سے نکالنے کا ہر ممکن یتن کرنا ہے۔ باپ کا شریر تو اب مٹی ہو چکا ہے۔ مٹی کی پرستش یا احترام تو اب بے معنی ہے۔ واجب تو یہ ہے کہ باپ کی رُوح کو ہر طرح سے امداد پہنچائی جاوے۔ چُنانچہ وید شاستروں کے مطابق پُتر اپنے پتا کا کریا کرم کرتا ہے۔ اور بعد میں شرادھ آدی کر کے اسکی یاد کو بھی تازہ رکھتا ہے۔ نیز شُبھ ویدک کرموں سے اس کو ادھوگتی سے نکالنے کا یتن کرتا ہے۔

جن لوگوں کو اس رُوحانی علم سے واقفیت نہیں وہ ان سنسکاروں کو فضول سمجھتے ہیں لیکن جن کو اس فلاسفی کا گیان ہو چکا ہے وہ اب کسی دُوسرے مذہب کی نہیں سُنتے۔ چنانچہ یورُوپ کے کئی ودوان مرنے سے پہلے وصیت کر جاتے ہیں کہ اُن کے جسم کو دفنایا نہ جاوے۔ بلکہ آگ میں جلایا جاوے۔ پنڈت جواہر لال جی ناستک تھے۔ ایشور اور دھرم شاستر سے متنفر تھے۔ لیکن انہوں نے بھی اپنی آخری وصیت میں اپنے شریر کا اگنی داہ کرنے کی ہی ہدایت کی۔

اب دانا لوگ تعصبی دُنیا سے اُوپر اُٹھ کر حقیقت کی طرف آ رہے ہیں۔ اور ہمارا یقین ہے کہ دُنیا بہت جلد ہندو دھرم کے اُصولوں کو اپنا کر اپنا کلیان کرے گی:۔

گورکھ ناتھ نند؟

میراں کی یاد

جوگن

از کوی لوکناتھ جی دِل

دیکھو وہ ایک جوگن مستی میں گا رہی ہے
سوئی ہوئی فضا کے شعلے ہلا رہی ہے
وینیاں کی ننھی ننھی تاروں کو جھنجھنا کر
نغموں کی اک گھٹا سی برسائے جا رہی ہے
بیٹھی ہوئی زباں پر اُس کی سرسوتی ہے
ہونٹوں سے ایک شیریں دریا بہا رہی ہے
کرتالیں بج رہی ہیں اک ہاتھ میں انوکھی
ہر اہلِ دل کو سچ مچ بے خود بنا رہی ہے

بیدار کر رہی ہے گلشن کا ہر شگوفہ
نغموں کا ہر طرف اک طوفاں اُٹھا رہی ہے
گوشے مہک اُٹھے ہیں کلیاں چٹک پڑی ہیں
ہر جنبشِ زباں سے جادُو جگا رہی ہے
آکاش سے زمیں پر کرنیں برس رہی ہیں
نغموں کی چاندنی سی ہر سُو بچھا رہی ہے
بادِ صبا کے جھونکے المست ہو رہے ہیں
نغموں کی مے رسیلی گا کر پلا رہی ہے

وادی میں موجزن ہے نغموں کا کیف شیریں
اک مستی ہے جو سارے جنگل پہ چھا رہی ہے
کیا باؤری ہوئی ہے اپنے پیا کے پیچھے
اب یہ رہے بہتے آنسو اب مسکرا رہی ہے
موجوں کا ایک بربط یہ چھیڑا ہے جل پری نے
یا ملکۂ ترنم ہنس ہنس کے گا رہی ہے
آموں کے جھنڈ میں یہ گاتی ہے یا تو کوئل
فیاض مطربہ یا نغمے لٹا رہی ہے
ہر مور ناچتا ہے المست تا ہو کر ایسے
گویا حسیں گھٹا خود ان کو نچا رہی ہے
بن کے ہرن ہیں جتنے سب پر ہے وجد طاری
اور طائروں کی ٹولی مستی میں آ رہی ہے
میراں ہے نام اس کا یاد آ رہا ہے اے دل
چتوڑ سے چلی ہے متھرا کو جا رہی ہے
یہ دنیائے تصور میں کھو گئی ہے شاید
آنکھوں میں اسکے برج کی بھومی سما رہی ہے

سب سے الگ ہوئی ہے اور دل کے دیوتا کو
رو کر منا رہی ہے گا کر رجھا رہی ہے
لاکھوں جبیں ہیں اسکی سجدے تڑپ رہے ہیں
سجدوں کی جگمگاہٹ سے جگمگا رہی ہے
نغمے بکھیرتی ہے قدموں پہ سانورے کے
یا پھول ہیں عقیدت کے جو چڑھا رہی ہے
یہ جگمگاتے تارے سچ مچ برس رہے ہیں
یا آج آنسوؤں کے موتی لٹا رہی ہے
گو ہو چکی ہے اوجھل میری نظر سے کب کی
محسوس ہو رہا ہے وہ اب بھی گا رہی ہے
اب بھی چہک رہا ہے نغموں سے وہ زمانہ
دل کے افق پہ اب بھی مستی سی چھا رہی ہے
کلیوں کے دل میں اب بھی ارمان تڑپ رہے ہیں
بھونروں کے لب سے اب بھی آواز آ رہی ہے
اب بھی وہی نظارہ آنکھوں میں پھر رہا ہے
اب بھی وہی تجلی دل کو لبھا رہی ہے،

دیکھو وہ ایک جوگن مستی میں گا رہی ہے
سوئی ہوئی فضا کے شانے ہلا رہی ہے

قسط دوئم

باوالال جی اور گورونانک صاحب کا سنواد

(از قلم شری خیراتی رام جی پوری)

معزز ناظرین جیساکہ سابقہ مضمون میں عرض کیا گیا۔ باوالال جی ایک پورن برہم گیانی اور یوگیشور تھے اور ردّھی سدّھی اور دیگر یوگ شکتیوں کے مظاہرہ کے قطعاً خلاف تھے۔ کیونکہ یہ آتم ساکھشات کار میں بڑی بھاری رکاوٹ بن جاتی ہیں اور سادھک ایک راستہ میں آنے والی سرائے کو ہی منزل سمجھکر وہیں مطمئن ہوکر بیٹھ جاتا ہے۔ باوالال جی سمت ۱۴۱۲ بکرمی میں بادشاہ فیروز تغلق کے وقت میں اس دنیا میں رونق افروز ہوئے اور تین سو سال تک کایا کلپ کرکے سنسار کے بھولے بھٹکے لوگوں کو بھگتی اور آتم انوبھو کی سکشا دے کر سمت ۱۷۱۲ در عہد شاہ جہاں اس دار فانی سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ کلیان رسالہ ہندی گورکھپور کے سنت بانی انک کے صفحہ ۲۲۳ (جلد ۲۹ نمبر۱) پر جنم 1647 اور پرلوک گمن 1712 درج ہے۔ مگر اس کا کوئی وثیقی ثبوت نہیں۔ مگر کایا کلپ کا ذکر مکالمہ دارا شکوہ و باوالال میں درج ہے۔ دیگر بابالال کے گورو نانک صاحب کے ساتھ ملاقات اور سوال وجواب کا قلمی مسودہ سکھ ہسٹری ریسرچ لائبریری امرتسر میں گورمکھی میں موجود ہے جس کی زبان پنجابی ہے اور جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔ گوشٹ گورو بابے دی جو بابا لعل دے نال ہوئی۔ اور سوال وجواب جیسے ایک مہاتما دوسرے سے کرتے ہیں ظاہر ہے کہ بابا لعل جی گورو نانک صاحب (جن کا جنم ۱۴۶۹ء مطابق (سمت ۱۵۲۶) میں ہوا) کے زمانہ میں موجود تھے اور مذکورہ بالا سال 1647 کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس پرچہ میں ناظرین با تمکین کی خدمت عالیہ میں گورو نانک صاحب اور بابا لعل کے سوال وجواب پیش کئے جا رہے ہیں اور آئندہ فرصت میں دارا شکوہ اور بابا لعل کے سوال وجواب۔ مختصر سوانح حیات قتیل دارا شکوہ۔ فقیر سرمد شاہجہاں کی قید میں زندگی گذارنا جو کہ قلمی نسخہ فارسی موجودہ شری دھیان پور پیش کئے جائینگے۔ جس سے یہ بات کما حقہ طور پر واضح ہوتی ہے کہ ہندو شاستروں۔ اپنشدوں۔ رامائن۔ مہابھارت کے علاوہ مسلمانی حدیث قرآن پر ان کا کس قدر عبور حاصل تھا۔ ذیل میں سوال و جواب بابا نانک و بابا لعل جی ملاحظہ فرمائیں۔ سوال کنندہ بابا نانک ہیں اور جواب دہندہ بابا لعل ہیں۔

سوال۔ آد (اول) فقیری کا کیا ہے اور انت (آخر) فقیری کا کیا ہے۔

جواب۔ آد فقیری کا ناش ہونا (خودی کا ختم کرنا) اور انت ست ہونا (ابدی آنند)

سوال۔ بڑائی فقیر کی کیا ہے۔ جواب۔ نمرتا۔ حلیمی۔

سوال۔ بدھی متا (دانائی) فقیری کی کیا ہے۔ جواب۔ کہ دل سوائے پرمیشور کے کہیں جگہ نہ لگے۔

سوال۔ شکتی (طاقت) فقیر کی کیا ہے۔ جواب۔ بے طاقت ہونا۔

سوال۔ منہ کالی (بدنامی) فقیری کی کیا ہے۔ جواب۔ اپنی استتی (تعریف) کرنا۔

سوال ۔ فقیری کی زیبائش کیا ہے ؟ جواب ۔ پرمیشور کو جاننا ۔
سوال ۔ پرکاش (روشنی) فقیری کی کیا ہے ۔ جواب ۔ پرماتما کا نام اور دھیان ۔
سوال ۔ فقیر کے سر پر کیا ہے ۔ جواب ۔ بھگوان کا سایہ ۔
سوال ۔ آگے فقیر کے کیا ہے ۔ جواب ۔ پرار بدھ (تقدیر)
سوال ۔ پیچھے فقیر کے کیا ہے ۔ جواب ۔ موٹا ڈر دونو ہاتھ کان اُپر شکتی اپنے نیم دھرم ہیں
سوال ۔ چرن فقیر کے کیا ہیں ۔ جواب ۔ سکوڑے ہوئے مگر بندھے ہوئے نہیں ہوتے ۔ (آزادانہ طور پر گھومنا کسی ایک جگہ ٹھہر نہ جانا)
سوال ۔ کمر فقیر کہاں باندھے ۔ جواب ۔ گورو کی خدمت میں ۔
سوال ۔ سنکلپ (ارادہ) فقیر کا کیا ہے ۔ جواب ۔ بھجن کرنا مگر قبول ہونے یا نہ ہونے سے بے نیاز ۔
سوال ۔ گھوڑا (سواری) فقیر کا کیا ہے ۔ جواب ۔ پریم اور پریم کا ارادہ ۔
سوال ۔ ادھیکار (فرض) فقیر کے جسم کا کیا ہے ۔ جواب ۔ دن رات کا جاگنا ۔
سوال ۔ کاہلی فقیر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ زیادہ کھانا ۔
سوال ۔ فقیر کی چالاکی کیا ہے ۔ جواب ۔ جل اور اس کا سنجم (ذائقہ اور کام واسنا پر قابو پانا)
سوال ۔ ٹھیراؤ اور آرام فقیر کا کیا ہے ۔ جواب ۔ گوشہ نشینی ۔
سوال ۔ توشہ فقیری کا کیا ہے ۔ جواب ۔ بھروسہ بھگوان کا ۔
سوال ۔ مہمان فقیر کا کون ہے ۔ جواب ۔ شریر اور جیو (جسم اور جان)
سوال ۔ کارکردگی فقیر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ دل پرمیشور میں لگانا ۔
سوال ۔ گھر فقیر کا کہاں ہے ۔ جواب ۔ سارا جگت ۔
سوال ۔ ریاضت فقیری کی کیا ہے ۔ جواب ۔ نام پرمیشور کا ۔
سوال ۔ خزانہ فقیر کا کیا ہے ۔ جواب ۔ تندرست جسم ۔
سوال ۔ اس خزانہ کا تالہ کھلنا ہے ۔ جواب ۔ بھوگوں کا تیاگ ۔
سوال ۔ بھوگ کس کو کہتے ہیں ۔ جواب ۔ جس میں دل گرفتار ہو جائے ۔
سوال ۔ چابی فقیر کے گھر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ کہ ہر کسی سے ہدایت حاصل کرنا ۔
سوال ۔ فقیر کی بھوک کے وقت خوراک کیا ہے ۔ جواب ۔ اپنا مالس ۔
سوال ۔ فقیر کو کیا کرنا ضروری ہے ۔ جواب ۔ نیک اعمال
سوال ۔ خوشی فقیر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ کہ دل کسی دنیاوی شے میں نہ لگانا ۔
سوال ۔ عادت فقیر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ بھجن کرنا ۔
سوال ۔ خواہش فقیر کی کیا ہے ۔ جواب ۔ تپسیا کو بڑھاوا دینا ۔

سوال - گذران فقیر کی کیا ہے۔ جواب - کسی کے لوبھ (طمع) نہ کرنا۔ اور جو خود بخود حاضر کیا جائے انکار نہ کرے۔ لے لے تو جمع نہ کرے۔

سوال - رس (شان) فقیری کا کیا ہے۔ جواب - خاموشی۔

سوال - راستہ کونسا اچھا ہے۔ جواب - نیک کام۔

سوال - انصاف فقیر کا کیا ہے۔ جواب - ہر کسی سے دوستی۔

سوال - مایا کا بیوہار (طریقہ) کیا ہے؟ جواب - جیسے اونٹ کے ناک میں مہار ہوتی ہے۔

سوال - مہار تو اچھی چیز نہیں۔ جواب - حیوان کے لئے اچھی مگر آدمی کے لئے نہیں۔

سوال - محبت پرمیشر سے کب کرنی ٹھیک ہے۔ جواب - اب ہی۔

سوال - محبت کس سے کرنی درست نہیں۔ جواب - کام کرودھ لوبھ ترشنا وغیرہ سے۔

سوال - کرم جوگ اور سانکھ یوگ کسکو کہتے ہیں۔ جواب - سانکھ یوگ چت کا روکنا اور کرم جوگ پون (سواس) کا روکنا۔

سوال - دونوں میں کونسا اچھا ہے۔ جواب - کلجگ سے پہلے دونو اب کلجگ میں چت چنچل ہونے سے کرم یوگ کی سدھا نہیں اسلئے سانکھ یوگ پرادان ہے۔

سوال - فقیر کو مشکل کیا ہے۔ جواب - جپ تپ کا اہنکار نورت کرنا۔

سوال - میلہ (خوشی) فقیر کا کیا ہے۔ جواب - اپنا آپ بھلانا اور آپ ہی رہنا۔

سوال - جامہ (کپڑا) فقیر کا کیا ہے۔ جواب - ہر کسی کے پاپوں پر پردہ پوشی۔

سوال - کیا فقیر کو ننگے رہنا درست ہے۔ جواب - جبتک اپنے جسم کا خیال ہے تو حسب ضرورت کپڑا پہنے اور جب جسم کا خیال چھوٹے تو جیسے دل چاہے پھرے۔

سوال - بھجن کیسے سدھ ہوتا ہے۔ جواب - تپ سے۔

سوال - تپ کیسے قائم ہوتا ہے۔ جواب - بولنا کم، کرنا زیادہ۔

سوال - کرنا کیا ہے۔ جواب - گورو کے حکم کی فرماں برداری۔

سوال - روگ فقیر کو کیا ہے۔ جواب - دنیا کے دولت مندوں سے محبت کرنا۔

چٹھی - ہندوارہ کشمیر ۹/۶۹/ ۱۹ شریمان بزرگ من نند ہ صاحب۔ جے ہند۔ میری دلی دعا ہے کہ اوم بھارت واسی کے ہر گھر میں درخشاں رہے اوم سناتن دھرم کا سار اور ہندو جاتی کی جان ہے۔ ادھرم کا پرچار ہمارے دیش میں زوروں پر ہے اور یہی پودا اسکو ایڈوانسمنٹ ADVANCEMENT کے نام سے منسوب کرتی ہے اور اسی طرح جاتی اور دیش کے پاؤں پر کلہاڑی چلا رہی ہے۔ جس اخلاق اور دھرم پر ہمیں ناز تھا اُس کا دیوالہ نکل چکا ہے مستورات بام عروج سے گر کر نمائش گاہ کا اکھاڑا بن رہی ہیں۔ جس جاتی کی عورتوں میں شرم نہیں، حیا نہیں برہنگی اور بے حیائی عام ہو۔ اُس جاتی کا زوال لازمی امر ہے۔ دھرم کا دیوتا مظلوم آنکھوں سے خون کے آنسو رو رہا ہے گاندھی جی کا رام راج کام راج بن کر رہ گیا۔ مرد لوگ عورتوں کی کمائی پر فخر محسوس کرتے ہیں میرے خیال میں اوم ہی ایک واحد رسالہ ہے جو ادھرم سے گھری ہوئی جنتا کو سناتن دھرم کی بلندیوں اور فضیلتوں سے روشناس کر سکتا ہے ادھرم کے بعد [illegible]

[illegible] پنڈت [illegible] کشمیر

اُپنشدوں میں مکتی پراپتی کے سادھن

(از شری کانشی رام جی چاولہ، لدھیانہ)

دھرم شاستروں میں اُپنشدوں کا درجہ بہت بلند ہے۔ مانو کلیان کے جتنے ممکن سادھن ہو سکتے ہیں۔ وہ سب اُپنشدوں میں کہے گئے ہیں۔ اسی لئے کلیان ابھلاشی سجن اُپنشدوں کا پاٹھ کرتے ہوئے ان میں بتلائے ہوئے سادھن کا آشرے لیتے ہیں۔ بدیں وجہ کچھ اُپنشدوں میں بیان کئے گئے سادھنوں کا اوم کے پاٹھکوں کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ اصل منتروں کو سنسکرت بھاشا میں نہ دے کر صرف اُن کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ منتر لکھنے سے لیکھ بھی لمبا ہو جائیگا اور بہت سے پاٹھک اُنہیں پڑھ بھی نہ سکیں گے۔

ایش اُپنشد"۔ جب یہ نشچیہ پرانی ماتر میں ایک ماتر پرماتم تتو کو ہی دیکھتا ہے یعنی ہر ایک پرانی میں سدا اور سب جگہ اُسکو پرماتما کے ہی درشن ہوتے ہیں۔ تب وہ آنند مگن ہو جاتا ہے پھر شوک یا موہ وغیرہ وکاروں کی چھایا بھی اسکے ہردے میں جگہ نہیں پا سکتی"

یہ ہے سادھن یعنی جو انسان اپنی پریم بھاونا کو اننتا اونچائے جاتا ہے یعنی اسے اننتا وسیع بنا لیتا ہے کہ اسے سوائے پرمیشور کی ذات کے اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تو وہ موکش آنند کا لطف لینے لگتا ہے۔

کین اُپنشد۔ "اگر تو نے اس شریر کے رہتے رہتے ہی برہم پرماتما کو جان کر اسے پا لیا تو تو نے اس جنم کو سپھل کر لیا۔ ورنہ اس جنم کا ناش کر لیا۔ اس لئے بُدھی مان لوگ اس راز کو سمجھکر ہر ایک پرانی میں پرماتما کا ساکھشاتکار کرتے ہوئے سدا کے لئے جنم مرن کے چکر سے چھوٹ کر امر ہو جاتے ہیں۔"

اس کین اُپنشد میں بھی ویاپک برہم بھاونا کو ہی موکش پراپتی کا سادھن بتایا گیا ہے۔ کتنا سہل سادھن ہے نہ کچھ کرنا پڑے نہ کوئی بوجھ اُٹھانا پڑے۔ نہ کوئی محنت کرنا پڑے۔ نہ کہیں دور جانا پڑے۔ محض اپنی بھاونا میں پریم جل کو بھر لینا ہے لیکن آج حالت کیا ہے۔ سب پرانیوں میں پرمیشور کے درشن کرنا تو دور رہا۔ بھائی کو بھائی سے پریم نہیں۔ بہن کو بہن سے نہیں۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ بیٹا باپ کی گردن مار رہا ہے۔ پتی پتنی کا خون کر رہا ہے۔ کہاں تو ہمارے شاستروں کی یہ اعلیٰ ترین تعلیم کہ جیو ماتر سے نہ صرف پریم کرو۔ بلکہ ہر ایک پرانی میں بھگوان کا جلوہ دیکھو اور کہاں ہماری یہ گراوٹ۔ پھر بھلا ہم موکش آنند کی تو بات ہی کیا سُکھی بھی کیسے رہ سکتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم سچے سُکھ کے ابھلاشی ہیں تو ہمیں اپنے من سے دویش، ورودھ، ویر اور غیریت کے سب غلیظ خیالات کو نکالکر پریم اور سیوا کے وچار بھرنے شروع کر دینے چاہئیں۔ جوں جوں ہمارے من میں تبدیلی آتی چلی جائے گی ہمارے من میں آنند کی لہریں ٹھاٹھیں مارنے لگیں گی۔ ان سادھنوں کو محض پڑھ لینے سے تو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ضرورت تو عمل کی ہے۔ علم اچھی چیز ہے لیکن اصل لابھ عمل سے ہوتا ہے۔

۳۔ کٹھ اُپنشد۔ اس پریم آنند تتو کو نہ تو محض سوکشم بُدھی سے جانا جا سکتا ہے۔ نہ ہی اس کو وہ لوگ پا سکتے ہیں۔ جن کا

آچرن اچھا نہیں ہے۔ نہ ہی وہ پا سکتے ہیں جنکی ترشنا نہیں مری نہ ہی وہ جن کے من اور اندریاں بے قابو ہیں اور من چنچل ہے وہ پربرہم تتو اُن کو بھی نہیں ملتا جو شاستروں کو پڑھ سُنکر دھواں دھار تقریریں کر سکتے ہیں نہ ہی عقلی دلیلوں کے دینے والوں کو اور نہ ہی اُن کو جو شاستروں کی باتیں محض سُنتے ہی رہتے ہیں۔ وہ تو ان کو ملتے ہیں جن پر انکی کرپا ہو جاتی ہے۔

(ان کی کرپا ان کی آگیا پالن سے ہو سکتی ہے۔ دھرم شاستر ہی ایشور کی آگیا ہے۔ اُن کے انوسار عمل کرنا چاہیئے۔)

اس آنند رس کو وہی پا سکتا ہے۔ جو وویک شیل بدھی والا ہے اور اس کے دوارہ من کو روک کر اندریوں کے دوارا بھگوان کی آگیا کے انوسار پوتر کرموں کا نشکام بھاو سے آچرن کرتا ہے۔ وہ پرمیشور کے اس پرم دھام کو پراپت کر لیتا ہے۔ جہاں سے پھر لوٹنا نہیں ہوتا۔

جس سادھک پُرش کی ساری کامنائیں سمول نشٹ ہو جاتی ہیں وہ امر ہو جاتا ہے اور پربرہم پرم آنند تتو کو انوبھو کر لیتا ہے۔

اس اپنشد میں مانو کلیان کے مختلف سادھن بتلائے گئے ہیں جس کو جو رُچی کر ہوا سے دھارن کر کے وہ پرم سُکھ کا بھاگی بن سکتا ہے جو کریائیں کلیان کا سادھن نہیں بن سکتیں۔ اُن کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ کلیان ابھلاشی جیو کسی بھرم میں پڑکر اپنا جیون نشٹ نہ کر بیٹھے

۴۔ پرشن اُپنشد۔ جو شردھا پوروک برہم چریہ کا پالن کرتے ہوئے نیم کے ساتھ تیاگ کا جیون بسر کرتے ہیں اور پرماتما کی پراپتی کے لیے انوکول سادھن کا پالن کرتے ہیں۔ وہ اس پرم تتو کو پا لیتے ہیں۔

اس اپنشد میں پہلے تو پاکیزہ اور تیاگ مئی زندگی بسر کرنے پر زور دیا گیا ہے اور پھر کسی سادھن کا آشرے لینے کی ہدایت کی گئی ہے چونکہ سادھن انیک ہیں بھگوان شری کرشن نے گیتا میں فرمایا ہے کہ جو سادھک جس بھی راستہ سے مجھے ملنے کے لئے آتے ہیں اُسی راستے سے اسے مل سکتا ہوں۔ اس لئے اپنشد نے کہا ہے کہ جو سادھن جس کے موافق طبع ہو اُسے اختیار کرے لیکن پہلے وہ اپنی زندگی میں سے ہر قسم کی بُرائی کو دور کرے۔ برہمچاری بنے سنیمی بنے اور تیاگی بنے اور شردھاوان ہو، تب اس کا کیا ہوا سادھن اپنا نیک پھل دے گا۔

۵۔ منڈک اُپنشد۔ سب کے ہردے میں براجمان پربرہم پرماتما کو جو کہ وشدھ جیوتی سروپ گیان سروپ ہے۔ وہی لوگ پراپت کر سکتے ہیں۔ جو کہ سارے دوشوں سے رہت ہو گئے ہیں۔ سدا ستیہ وادی۔ تپ کرنے والے سنیم اور سوارتھ تیاگ اور برہم چریہ دھارن کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے جیون وتیت کرتے ہوئے یتھارتھ گیان وان بنتے ہیں۔ اس سے پرم شدھ پربرہم پرمیشور کو بل ہین لوگ بھی نہیں پا سکتے۔ نہ ہی آلسی اور پرمادی منشیہ پا سکتے ہیں۔ نہ ہی وہ لوگ جن کی ساتوک بھاونائیں نہیں ہیں۔ ٹھیک سادھنوں دوارا صرف گیانی لوگ ہی اسے پا سکتے ہیں

۶۔ انیسری اُپنشد۔ اس اپنشد کے شانتی پاٹھ کے منتر میں موکش پراپتی کے سادھن بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً میں ایک ابھلاشی سادھک بھاونا کرتا ہے کہ میری بانی میرے من میں ستھت ہو جائے اور میرا من بانی میں ستھت ہو جائے یعنی میرے من اور بانی ایک ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ میری زبان پر تو کچھ ہو اور میرے من کے وچار کچھ اور ہی ہوں یا من میں کچھ اور ہو اور بانی سے کچھ اور ہی کہتا رہوں، اس لئے میرے سنکلپ اور وچن شدھ ہو کر ایک ہو جائیں جو گیان میں سُنوں اس کو بھلا نہ دوں۔ میں

ہمیشہ پاکیزہ باتیں کہوں اور میرا کلام صداقت پر مبنی ہو"
اس شانتی پاٹھ کے منتر میں باتیں تو دو تین ہی کہی گئی ہیں۔ لیکن بڑی سارگربھت ہیں۔ جب تک انسان کا من اور بانی شدھ نہ ہوں اور انسان ستیہ کا سہارا نہ لے وہ ادھیا تمکتا یا روحانیت کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جو سچائی کا برت دھارن کر لے اور اس کے من میں چھل کپٹ یا بناوٹ نہ رہے اس کا کلیان ہونا یقینی ہے۔

۷۔ **تیتری اُپنشد**۔ اس اُپنشد کے شکشا وتی کے نویں انوواک میں ایک گرہستی کے لئے بہت سندر اُپدیش ہے جس میں اس کو اپنا گرہست دھرم پالن کرتے ہوئے اپنا کلیان کرنے کا راستہ بھی دکھلایا ہے۔ اس انوواک میں کہا گیا ہے کہ وید شاستروں کا پٹھن پاٹھن کرتے ہوئے سداچاری بنو ستیہ بولنے والے بنو۔ اپنا دھرم پالن کرنے میں بڑے سے بڑا کشٹ بھی برداشت کرو۔ اپنی اندریوں کو وش میں رکھو من پر قابو رکھو۔ اتتھی کی بھاؤ یگیہ سیوا کرو۔ سب کے ساتھ سُندر ویوہار کرو۔ شاستر ودھی کے انوسار برہم چریہ کا پالن کرتے ہوئے نیک سنتان پیدا کرو۔
ایک گرہستی اگر اس اُپدیش کے مطابق اپنا جیون بسر کرے تو جہاں اس کا گرہست سُکھی بنے گا۔ وہاں اس کا پرلوک بھی سُدھر جائے گا۔ یعنی اس کے یہ لوک اور پرلوک دونوں ہی سپھل ہو جائینگے۔

۸۔ **چھاندوگیہ اُپنشد**۔ یہ بہت بڑا اُپنشد ہے۔ اس میں مانو کلیان کے اور جیون کی سپھلتا کے سینکڑوں اُپدیش ہیں۔ ساتویں ادھیائے کے چھبیسویں منتر میں لکھا ہے۔ کہ آہار کی شدھی سے انتہ کرن کی شدھی ہو جاتی ہے۔ انتہ کرن کی شدھی سے سمرتی نشچل ہو جاتی ہے۔ سمرتی نشچل ہونے سے سد اُپدیش یاد رہتے ہیں۔ اس سے وسناؤں کا ناش ہو جاتا ہے تب وہ گیانی پرش دکھ روگ اور موت کے بھے سے بے نیاز ہو جاتا ہے"۔
آج جتنی خرابیاں اور جتنے دکھ اشدھ آہار سے پیدا ہو رہے ہیں انکا کوئی شمار نہیں ہے۔ کاش انسان آہار کی شدھی کی اہمیت کو سمجھے اگر ہمارا آہار ساتوک ہو اور دھرم کی کمائی ہو تو ہر ایک انسان سُکھی اور شانت بن جائے اور دنیا کے سب لڑائی جھگڑے اور جنگ وجدل ختم ہو جائیں۔ اور انسان پرم آنند کی پراپتی کا بھاگی بن سکے۔

۹۔ **برہدارنیک اُپنشد**۔ یہ اُپنشد بھی بہت بڑا ہے۔ اور اس میں بھی انیک اُپدیش ہیں۔ اسکے چوتھے ادھیائے کے چوتھے براہمن میں کامنا رہت ہونا برہم پراپتی کا سادھن بنایا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آسکت من جیسا کرم کو کریگا اس کے پھل سوروپ اس کو پھر جنم لینا پڑیگا۔ کامنایکت کرم ہی مانو کے جنم مرن کے چکر میں پھنسے رہنے کا کارن ہیں۔ جو کامنا نہ کرتا ہوا کرم کرے وہ اکام نشکام۔ آپت کام اور آتم کام ہو جاتا ہے اور وہ برہم کو پراپت ہو جاتا ہے۔
شری بھگوت گیتا میں بھی جہاں جیو کلیان کے انیک سادھن بتائے گئے ہیں۔ ان سب میں کامنا تیاگ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اور انوبھو بھی یہی بتلایا ہے کہ جوں جوں انسان اپنی خواہشات اور ضروریات کو کم کرتا جائے وہ زیادہ سُکھی اور شانت بنتا جاتا ہے۔

۱۰۔ **شویتاشوتر اپنشد**۔ اس اُپنشد کے چھٹے ادھیائے کے چوتھے منتر میں کہا گیا ہے۔ کہ جو کرم یوگی تینوں گنوں سے ویاپت اپنے سب کرموں کو شروع کر کے اور اپنے سارے اہنکار ممتا آدی اپنے بھاووں کو پرمیشور کے سمرپن کر دیتا ہے۔

تو اس سمرپن سے ان کرموں سے ساتھ اس کا سمبندھ نہ رہنے کے کارن وے اسے پھل نہیں دیتے۔ اسی پرکار ان کا ابھاو ہو جانے سے پہلے کئے ہوئے سنچت کرموں کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔ اسی پرکار کرموں کا ناش ہو جانے سے وہ پرماتما کو پراپت ہو جاتا ہے۔"

اس اُپنشد میں سے یہ سمرپن کا سادھن پاٹھکوں کی سیوا میں نویدن کیا گیا ہے۔ اس تتو کو شریمد بھگوت گیتا کے نویں ادھیائے کے ۲۷ شلوک میں اور زیادہ سپشٹ کیا گیا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ "جو کچھ تو کرتا ہے، جو کچھ تو کھاتا ہے۔ جو کچھ تو ہومتا ہے۔ جو کچھ تو دیتا ہے۔ جو کچھ تو تپ کرتا ہے۔ وہ سب تو میرے ارپن کر۔ جیسے کہ پہلے نویدن ہوا، سارے اُپنشدوں میں ہی پربھو پراپتی یا پرم آنند موکش پراپتی کے سادھنوں کا ہی ورنن کیا ہے۔ اس چھوٹے سے لیکھ میں ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں مہو اپنشد میں اس کے متعلق کافی زیادہ ذکر ہوا ہے۔ اس لئے اس اُپنشد کے کتھن کو آپ کے سامنے رکھ کر اس لیکھ کی سماپتی کی جاتی ہے اس میں لکھا ہے۔

"واسناؤں کا جو پورن روپ سے تیاگ ہوتا ہے وہی سرلیشٹ تیاگ ہے۔ اسی وشدھ اوستھا کو سادھو جنوں نے موکش کہا ہے۔ جو شدھ واسنائیں رکھتے ہیں۔ اور جن کا جیون برائیوں سے مبرا ہے۔ وہ لوگ بھی جیون مکت کہلاتے ہیں۔ واسناؤں کے ختم کر دینے کا ہی دوسرا نام موکش ہے جسکو عیش و عشرت کی زندگی اچھی نہیں لگتی وہی جیون مکت کہلاتا ہے۔ جو دکھ سکھ کے آنے پر نہ دکھی ہوتا ہے نہ پرسن ہو وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔ جس کا انتہ کرن ہرش اُدویگ بھے۔ کرودھ اور شوک سے اچھوتا رہتا ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔ جسکی درشٹی سدا انتر مکھی رہتی ہے۔ جنکو نہ کسی پدارتھ کی اچھا ہے اور نہ کسی چیز سے دویش ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔

جو شدھ آتما میں رہتا ہے جس کا من پورن اور پوتر ہے۔ پرم سرلیشٹ شانت اوستھا کو پراپت کر کے جو سنسار میں کسی وستو کی اچھا نہیں کرتا۔ جو ہر طرح سے بے نیاز رہتا ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔

راگ دویش۔ سکھ دکھ۔ دھرم ادھرم۔ پھل اپھل سے بے نیاز رہ کر جو سارے کام کرتا ہے وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔

چرپرے۔ کھٹے۔ نمکین۔ کڑوے۔ سواد شٹ اور بے سواد پدارتھوں کو جو ایک سمان سمجھ کر کھاتا ہے وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔

ساری اچھاؤں۔ ساری شنکاؤں۔ ساری کامناؤں اور سارے نشچیوں کا جس نے من سے ہی تیاگ کر دیا ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔

جو نہ کسی سے راگ یعنی موہ کرتا ہے نہ کسی سے دویش کرتا ہے اور جو پراربدھ پراپت بھوگوں کا اُپبھوگ کرتا ہے وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔"

شبھ اشبھ کو سن کر یا چھو کر یا کھا کر یا دیکھ کر یا جان کر جس کو نہ خوشی ہوتی ہے نہ رنج وہ شانت کہلاتا ہے۔ اسی سے بندھا ہوا انسان تو چھٹکارا پا سکتا ہے۔ لیکن ترشنا سے بندھا ہوا انسان کبھی رہا نہیں ہو سکتا۔ اگر مکتی لابھ کی اچھا ہے تو اس پاپن ترشنا کو ختم کرو۔"

سمتا رکھنے والی بدھی سے جو واسنا کا پوری طور پر ناش کرتا ہے اور ممتا رہت ہو جاتا ہے وہی شریر بندھن سے رہائی پاتا ہے یعنی مکت ہو جاتا ہے۔ جو سارے پرپنچ سے پرے آتم پد کا آشرے لیکر ایک پری پورن چن مے ستھتی میں رہ کر سم بھاو سے رہتے ہیں۔ ان کو سنسار میں کوئی شوک نہیں ہوتا۔ جو نتیہ پراپت کرم کو کرتویہ بھاو سے کرتا ہے۔ دوست دشمن کو پریم بھاؤ سے دیکھتا ہے اچھا اور انچھا سے بالاتر رہتا ہے۔ سب سے شیریں کلامی کرتا ہے۔ جو کوئی اس سے کوئی بات پوچھے نہ بڑے پیار سے اُس کا جواب دیتا ہے۔ جو نہ شوک کرتا ہے نہ کسی چیز کی خواہش' وہ سنسار میں شوک رہت ہو جاتا ہے یعنی پرم آنند کو پراپت کرتا ہے۔

اس اُپنشد میں اس موضوع پر اور بھی بہت سی سامگری موجود ہے لیکن اس سب کا اس لیکھ میں لانا امکان سے باہر ہے سارے اُپنشد میں گیان کی کھانیں ہیں۔ زندگی کے سارے پہلوؤں پر پرکاش ڈالنے والی اکھنڈ پرم جیوتی ہیں۔ پرماتما کے پنیت سروپ اور اسکی پراپتی کے سادھنوں کا نروپن کرتے ہیں۔ جو کچھ اس لیکھ میں لکھا گیا ہے وہ تو سمندر میں سے بوند کی مانند ہے۔ لیکن چند اُپنشدوں میں سے جو کچھ سادھن موکش پراپتی یا پرم آنند کی پراپتی یا جیون مکت ہونے کے نویدن ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی پرتی پالن کرنے سے منو کامنا پوری ہو سکتی ہے۔ بھگوان کرے کہ ہم کو ان سادھنوں کو اپنا جیون آدھار بنانے کی شکتی پراپت ہو۔" اوم شم"

اوم اوم

حسرتِ دید

(از ڈاکٹر مدن گوپال سنگلا)

اپنی نظروں کی کرامات دکھا دے ساقی
میرا سویا ہوا احساس جگا دے ساقی

اپنی نظریں میری نظروں سے ملا دے ساقی
اس طرح غم میری ہستی کے مٹا دے ساقی

دور ہو جائے گناہوں کا اندھیرا یکسر
حق پرستی کا دیا دل میں جلا دے ساقی

خدا قیدِ تناسخ سے رہا ہو جاؤں
گر کبھی حسنِ رخِ یار دکھا دے ساقی

موت بھی میرے لئے باعثِ راحت ہو جائے
جامِ وحدت دمِ آخر جو پلا دے ساقی

عاقبت بناؤں ترے میخانہ کی خیر
جادۂ منزلِ دلدار دکھا دے ساقی

حسرتِ دید رہی جاتی ہے دل میں سنگل
موت سے پہلے جمال اپنا دکھا دے ساقی

مسلسل قسط سوئم

ایشاواسیہ اُپنشد

(مترجم شری جسونت رام جی)

اُپنشد ایک علم ہے۔ راستہ ہے دائمی سکون کو حاصل کرنے کا۔ راستے پر چلنے کے لئے راستے کی واقفیت لازمی ہے اس واقفیت کو ہم روشنی کا نام دیتے ہیں۔ جس طرح دن کا اُجالا سورج کا مرہون منت ہے۔ اس طرح گیان کی روشنی گورو۔ اُستاد کی رحمت پر منحصر ہے۔ اور اُستاد کا ملنا منحصر ہے۔ اُس کے کرم پر جس نے ہر اُستاد اور شاگرد کو بنایا۔ جیسے سینکڑوں اجزا سے سینکڑوں نئی نئی چیزیں بن سکتی ہیں۔ وہ بنتی اجزا کے میل سے ہیں۔ لیکن جب تک کسی کاریگر کا دست کمال اُن پر نہیں پہنچتا۔ وہ خود بخود نئی چیز نہیں بن سکتیں۔ اسی طرح ہمارے ملاپ کے لئے جس کی کرپا کی ضرورت ہے۔ وہ ہے عالم کو بنانے والا برہم ایشور۔ خالق۔ جو سرو گیہ ہے۔ سروسروپ ہے۔

اُسی برہم کی رحمت پر ہی چونکہ سکون منحصر ہے۔ تو واقف کار نے بھی اس لئے اُپنشد کا گیان ظاہر کرنے سے پہلے اُسی کی نعمت و ثنا گنگنائی اور التجا کی مجھے شانتی حاصل ہو سکون حاصل ہو

شانتی اور سکون وہ حالت ہے کہ جب باہر کے تغیرات اور اثرات دل پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ دل میں خلل نہیں ڈال سکتے۔ جب علم و عمل اور سادھنا کی راہوں پر مستقل مزاجی سے چلتے ہوئے۔ خواہشات کی دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ دنیا کے تفکرات سے آزاد ہو کر کوئی بھی مشکل کوئی بھی تکلیف اُسے اپنی راہ عمل اور سادھنا سے گرانے کی جرات نہ کر سکے۔ اس حالت کو کہتے ہیں سکون۔ شانتی۔ تسکین اور یہ دُعا مانگی گئی تین بار۔

اول ادھیاتمک۔ شانتی۔ میرے اپنے من کو شانتی ہو۔ کیونکہ جب تک اپنے اندر ہی سکون نہیں۔ دل افسردہ ہے تو باہر سے شانتی نہیں مل سکتی۔ دل وہ اسپ بے لگام ہے کہ اگر اس پر قابو نہیں۔ تو وہ ہوا سے بھی تیز خیال سے ہر طرف بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوشش کیا بھاگتا ہے۔ اور اس بھاگ دوڑ میں کبھی کہیں ٹکراتا ہے۔ کبھی کہیں۔ اور پھر جب ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں۔ تو روتا ہے۔ مگر پھر ہو ہی کیا سکتا ہے۔ اسی لئے تو پہلی دُعا مانگی گئی کہ ادھیاتمک من کی شانتی بخشی جائے پھر عرض ہوا آدھی بھوتک شانتی۔ دنیاوی تفکرات۔ تکلیفات اور مشکلات سے آزاد کر کے شانتی اور سکون کی بخشش ہو۔

عالم میں آ کر عالم کے ماحول اور ماحول کے اثرات سے بچ کر کون رہ سکتا ہے۔ کسی کو بھی کونے میں پڑی ہوئی گندگی وغیرہ۔ ارد گرد کے پورے ماحول کو بدبودار بنا دیتی ہے۔ اپنی آزادی کے لئے ہمیں دوسروں کی آزادی کی بھی مانگ کرنی ہوگی۔ اپنے لئے آرام و راحت حاصل کرنے کیلئے دوسروں کو بھی راحت و آرام پہنچانا ہوگا۔ ہماری ہر خوشی ہر راحت دوسروں کی خوشی اور راحت سے وابستہ ہے۔ وابستہ ہی نہیں۔ دوسروں پہ منحصر ہے۔ عالم میں کوئی شخص کوئی چیز عالم سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ ورنہ اُنکی جداگانہ ہستی ناممکن ہے۔ اور اسی لئے اپنی شانتی کے لئے سنسار کی شانتی کی بھی پرارتھنا کی گئی۔

سمتا رکھنے والی بدھی سے جو واسنا کا پوری طور پر ناش کرتا ہے اور ممتا رہت ہو جاتا ہے وہی شریر بندھن سے رہائی پاتا ہے یعنی مُکت ہو جاتا ہے۔ جو سارے پرپنچ سے پرے آتم پد کا آشرے لیکر ایک پری پُورن چین مے سنتھتی میں رہ کر سم بھاو سے رہتے ہیں۔ ان کو سنسار میں کوئی شوک نہیں ہوتا۔ جو نتیہ پراپت کرم کو کرتو یہ بھاؤ سے کرتا ہے۔ دوست دشمن کو پریم بھاؤ سے دیکھتا ہے۔ اِچھا اور اَنچھا سے بالاتر رہتا ہے۔ سب سے شیریں کلامی کرتا ہے۔ جو کوئی اس سے کوئی بات پُوچھے وہ بڑے پیار سے اُس کا جواب دیتا ہے۔ جو نہ شوک کرتا ہے نہ کسی چیز کی خواہش، وہ سنسار میں شوک رہت ہو جاتا ہے یعنی پرم آنند کو پراپت کرتا ہے۔

اس اُپنشد میں اس موضوع پر اور بھی بہت سی سامگری موجود ہے لیکن اس سب کا اس لیکھ میں لانا امکان سے باہر ہے ساری اُپنشدیں گیان کی کھانیں ہیں۔ زندگی کے سارے پہلوؤں پر پرکاش ڈالنے والی اکھنڈ پرم جیوتی ہیں۔ پرماتما کے سروپ اور اسکی پراپتی کے سادھنوں کا نروپن کرتے ہیں۔ جو کچھ اس لیکھ میں لکھا گیا ہے وہ تو سمندر میں سے بوند کی مانند ہے۔ لیکن چند اُپنشدوں میں سے جو کچھ سادھن موکش پراپتی یا پرم آنند کی پراپتی یا جیون مُکت ہونے کے نویدن ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی پرتی پالن کرنے سے منو کامنا پوری ہو سکتی ہے۔ بھگوان کرے کہ ہم کو ان سادھنوں کو اپنا جیون آدھار بنانے کی شکتی پراپت ہو۔" اوم شم"

اوم اوم

حسرتِ دید

(از ڈاکٹر مدن گوپال سنگلا)

اپنی نظروں کی کرامات دکھانے ساقی
میرا سویا ہوا احساس جگا دے ساقی

اپنی نظریں میری نظروں سے ملا دے ساقی
اس طرح غم میری ہستی کے مٹا دے ساقی

دُور ہو جائے گناہوں کا اندھیرا یکسر
حق پرستی کا دیا دل میں جلا دے ساقی

تا خدا قیدِ تناسخ سے رہا ہو جاؤں
گر کبھی حُسنِ رُخِ یار دکھا دے ساقی

موت بھی میرے لئے باعثِ راحت ہو جائے
جامِ وحدت دمِ آخر جو پلا دے ساقی

عاقبت بناؤں تیرے میخانہ کی خیر
جادۂ منزلِ دلدار دکھا دے ساقی

حسرتِ دید رہی جاتی ہے دل میں سنگلؔ
موت سے پہلے جمال اپنا دکھا دے ساقی

مسلسل قسط سوئم

اوم

ایشا واسیہ اُپنشد

(مترجم شری جسونت رام جی)

اُپنشد ایک علم ہے۔ راستہ ہے دائمی سکون کو حاصل کرنے کا، راستے پر چلنے کے لئے راستے کی واقفیت لازمی ہے۔ اس واقفیت کو ہم روشنی کا نام دیتے ہیں۔ جس طرح دن کا اجالا سورج کا مرہون منت ہے۔ اس طرح گیان کی روشنی گورو، استاد کی رحمت پر منحصر ہے۔ اور استاد کا ملنا منحصر ہے۔ اس کے کرم پر جس نے ہر استاد اور شاگرد کو بنایا۔ جیسے سینکڑوں اجزا سے سینکڑوں نئی نئی چیزیں بن سکتی ہیں۔ وہ بنتی اجزا کے میل سے ہیں۔ لیکن جب تک کسی کاریگر کا دست کمال ان پر نہیں پہنچا۔ وہ خود بخود نئی چیز نہیں بن سکتیں۔ اسی طرح ہمارے ملاپ کے لئے جس کی کرپا کی ضرورت ہے۔ وہ ہے عالم کو بنانے والا برہم ایشور۔ خالق۔ جو سروگیہ ہے۔ سروسروپ ہے۔

اُسی برہم کی رحمت پر ہی چونکہ سکون منحصر ہے۔ تو واقف کار نے بھی اس لئے اُپنشد کا گیان ظاہر کرنے سے پہلے اُسی کی سنفت وثنا گنگنائی اور التجا کی مجھے شانتی حاصل ہو سکون حاصل ہو

شانتی اور سکون وہ حالت ہے کہ جب باہر کے تغیرات اور اثرات دل پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ دل میں خلل نہیں ڈال سکتے۔ جب علم و عمل اور سادھنا کی راہوں پر مستقل مزاجی سے چلتے ہوئے۔ خواہشات کی دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ دنیا کے تفکرات سے آزاد ہو کر کوئی بھی مشکل کوئی بھی تکلیف اُسے اپنی راہ عمل اور سادھنا سے گرانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس حالت کو کہتے ہیں سکون۔ شانتی۔ تسکین اور یہ دعا مانگی گئی تین بار۔

اوّل ادھیاتمک۔ شانتی۔ میرے اپنے من کو شانتی ہو۔ کیونکہ جب تک اپنے اندر ہی سکون نہیں۔ دل افسردہ ہے تو باہر سے شانتی نہیں مل سکتی۔ دل وہ اسپ بے لگام ہے کہ اگر اس پر قابو نہیں۔ تو وہ ہوا سے بھی تیز خیال سے ہر طرف بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوشش کیا بھاگتا ہے۔ اور اس بھاگ دوڑ میں کبھی کہیں ٹکراتا ہے۔ کبھی کہیں۔ اور پھر جب ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں۔ تو روتا ہے۔ مگر پھر ہو ہی کیا سکتا ہے۔ اسی لئے تو یہی دعا مانگی گئی کہ ادھیاتمک من کی شانتی بخشی جائے پھر عرض ہوا آدھی بھوتک شانتی۔ دنیاوی تفکرات۔ تکلیفات اور مشکلات سے آزاد کر کے شانتی اور سکون کی بخشش ہو کیونکہ عالم میں آ کر عالم کے ماحول اور ماحول کے اثرات سے بچ کر کون رہ سکتا ہے۔ کسی کو بھی کونے میں پڑی ہوئی گندگی وغیرہ ارد گرد کے پورے ماحول کو بدبو دار بنا دیتی ہے۔ اپنی آزادی کے لئے ہمیں دوسروں کی آزادی کی بھی مانگ کرنی ہوگی۔ اپنے لئے آرام و راحت حاصل کرنے کیلئے دوسروں کو بھی راحت و آرام پہنچانا ہوگا۔ ہماری ہر خوشی ہر راحت دوسروں کی خوشی اور راحت سے وابستہ ہے۔ وابستہ ہی نہیں۔ دوسروں پہ منحصر ہے۔ عالم میں کوئی شخص کوئی چیز عالم سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ ورنہ انکی جداگانہ ہستی ناممکن ہے۔ اور اسی لئے اپنی شانتی کے لئے سنسار کی شانتی کی بھی پرارتھنا کی گئی۔

اور پھر عرض کیا آخر میں کہ آدھی دیوک شانتی کی بخشش ہو۔ کیوں؟

ہم نے اپنے لئے۔ سنسار کے لئے شانتی تو عرض کی۔ لیکن ہم نے دیکھا۔ کہ بعض اوقات قدرت کا زبردست ہاتھ کچھ ایسے گل کھلا دیتا ہے۔ کہ آن کی آن میں سینکڑوں۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں ہستیوں کی جان پر آ بنتی ہے۔ تہذیب و تمدن کے پرخچے اڑنے لگتے ہیں۔ اور سالوں کی ترقی لمحوں میں خاکستر ہو کر رہ جاتی ہے ہم نے دیکھے قدرت کی قہر آلود نظر سے برپا کچھ منظر زلزلوں۔ بیماریوں۔ آگ اور پانی کی تباہ کاریوں کی صورت میں۔ جنگ کے میدانوں میں جہاں انسانیت انسانیت کو روندنے اور کچلنے میں دریغ نہیں کرتے۔ ایک ایسا طوفان بن کر آتا ہے۔ جو آن کی آن میں سب کچھ تہ و بالا کر کے چلا جاتا ہے۔ یہ ہیں قہر الٰہی۔ آدھی دیوک غصہ۔ جس کیلئے ہم اور واقف کار سبھی پرارتھنا کرتے ہیں۔ اسی مالک سے۔ اوم سے۔ برہم سے جو کروڑہا ناموں سے پکارے جانے کے باوجود ایک ہی ہے کہ رحم کر۔ کرپا کر۔ شانتی اور سکون دے۔ اپنی قدرت اپنے جلال سے نازل ہونے والی مصیبتوں جیسے آندھی۔ طوفان۔ زلزلہ۔ بیماریوں۔ آگ اور پانی کے مہلک اثرات سے نجات دے۔ تاکہ من کو اور سنسار کو شانتی اور سکون نصیب ہو۔

تین بار سکون کی پرارتھنا کے متعلق ایک نظریہ اور بھی ہے۔ جسکی رو سے اس منتر میں پرارتھنا کی گئی ہے۔ کہ انسان اشرف المخلوقات۔ قدرت کی طرف سے اس عالم میں ایک ناظم مقرر ہو کر آیا ہے۔ اور ناظم ہونے کے ناطے اسے سکون تب میسر ہو سکتا ہے جبکہ اسے اول جسمانی سکون ہو۔ اسی لئے پہلی دعا اور پہلی چیز جو مانگی وہ یہ تھی کہ میرے جسم کو سکون ہو۔ یہ جسم باصحت ہو۔ کیونکہ جب تک جسم ٹھیک نہیں ہے اعضا کام ہی کیا کریں گے۔ جہاں جسم بیمار ہے دل بھی بیمار پڑ جاتا ہے۔ اور عقل بھی اس کے اثر سے بچکر نہیں رہ سکتی۔ جہاں دل ٹوٹ گیا۔ عقل ٹھکانے نہ رہی۔ جسم بیمار پڑ گیا۔ اس سے کام ہی کیا ہوگا۔ اور جہاں کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں کچھ ملتا بھی نہیں۔ بنجر زمین میں کیا کھیتی ہوگی۔ کیا بیج پڑیگا۔ اور کیا اُتپج ہوگی حرکت سے حرکت پیدا ہوتی ہے۔ جدوجہد سے زندگی کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جدوجہد ہی تو زندگی ہے۔ اور یہ ابھی ہے۔ تبھی جب جسم تندرست ہے اس لئے پہلی تمنا اور دعا جو پھر لوپر کے حضور میں مانگنے والے نے کی۔ کہ مجھے جسمانی سکون عطا کر۔"

دوسری دعا مانگی گئی سماجک سکون۔ کیوں؟

ناظم سب کچھ مالک و مختار ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہے۔ جس طرح وہ خود اپنے جملہ اعضا اور اُنکی قوتوں کے میلان سے ایک ہو کر کچھ کرنے کے قابل بنا ہے۔ اسی طرح وہ سماج والوں سے مل کر سماج کی ترقی کے لئے کام کرتے ہوئے سماج کا ناظم بن کر صرف سماج کا ہی بھلا نہیں کرتے۔ اپنا بھی بھلا کرتا ہے۔ کیوں کہ جہاں سب سکھی ہیں۔ اُن سب میں وہ خود بھی تو شامل ہے۔

جہاں سماج میں اشانتی ہے۔ بے روزگاری ہے۔ بھوک ہے بیماری ہے۔ تو وہ کیسے بچ کر رہ سکتا ہے۔ اُس کا نظام کہاں ٹھیک چل سکتا ہے۔ سماج کی خوشحالی اور سکون میں اُس کا اپنا سکون ہے۔ اِس لئے تو وہ صرف اپنی خوشحالی کی دعا کرنے کی بجائے سماج کی خوشحالی کی پرارتھنا کرتا ہے۔

اور پھر تیسری دعا کرتا ہے۔ سارے سنسار کے سکون کے لئے،، کوئی بھی سماج۔ کوئی بھی جاتی۔ کوئی بھی قوم۔ باقی دُنیا

کے اچھے یا بُرے اثرات سے بچکر نہیں رہ سکتی۔ ایک مُلک میں پھیلی ہوئی بیماری دوسرے مُلک میں بھی آکر پھیل سکتی ہے ایک جگہ پر پھیلے ہوئے اکال اور بے روزگاری کا اثر دوسری جگہوں پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس طرح ایک آدمی کی خوشحالی اپنے سماج کی خوشحالی سے وابستہ ہے۔ اسی طرح ایک قوم کی خوشحالی اقوام عالم کی خوشحالی سے وابستہ ہے۔ اور اسی لئے وہ پرارتھنا کرتا ہے سنسار کی خوشحالی اور سکون کے لئے سکون ہی مقصود ہے۔ ہر انسان کا۔ ہر ذی رُوح کا۔ ہماری ہر بات۔ ہمارا ہر عمل اسی ایک چیز کا متلاشی ہے۔ جسے کہتے ہیں سکون شانتی۔

اور میں بھی تو یونہی ایک بھٹکا ہوا عنصر ہوں اور مُتلجی ہوں۔ اُسی بھرپور ذات برہم سے۔ جہاں سے نکلا۔ کہ مجھ پر اپنی خاص نظر رحمت کر۔ رحمت تو اس کی پہلے ہی ہے۔ تب ہی تو بطور انسان میرا وجود ہے۔ پر میں نے خاص نظر رحمت عرض کی جس سے میری گمراہی دُور ہو۔ اور جس گمراہی کے دُور ہونے سے ہی روحانی۔ جسمانی اور دنیاوی مشکلات سے نجات ممکن ہے۔

اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے ہوئے میں کہونگا۔ تو ہی تو ہے۔ तत त्वमसि مجھ پر مہر کر۔ میں کچھ نہیں۔ مجھ پر نظر کرم کر۔ میرے گناہوں کو نہ دیکھتے ہوئے مجھے اپنی گود میں لے لے۔ عنصر اپنے مکمل سے مل سکے۔ جزو اپنے کُل کے کام آسکے۔ اور اسی سکون کیلئے پرارتھنا ہے۔ مخزن سکون سے جو بھرپور ہے۔ جو دیتا ہے اور بے انتہا دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی خزانے خالی نہیں ہوتے۔ اُسی کی ثنا گنگناتے ہوئے بسجود دعا مانگتے ہیں۔ سے

باعث تسکین یوں بھرپور جلوہ بیگماں ؛ کاٹ زحمت بندہ پرور فکر عالم جسم وجاں

اوم شانتی شانتی شانتی　—— (باقی پھر) ——

ستیہ درشن مجلد۔ مصنفہ پروفیسر نرمل چند جی۔ یہ روحانیت کی بلند پایہ پستک ہے آتم گیان پراپت کرنے والوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت رعایتی صرف دو روپے۔ رسالہ اوم دہلی سے منگا کر لابھ اُٹھائیں۔

انو بھوتی پرکاش ہندی، مصنفہ سنت ہری سنگھ جی۔ حصہ اول ختم ہو چکا ہے۔ حصہ دوئم ایڈیشن بھاگ کی چند کاپیاں موجود ہیں۔ مضبوط جلد میں ملبوس۔ اعلیٰ چھپائی قیمت 7/ روپے حصہ سوئم اپنشد بھاگ 8/ روپے

گوبند پرکاش ہندی مصنفہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج 3½ روپے۔ زنن رامائن (منظوم) اُردو مجلد قیمت ڈھائی روپے۔

شریمد بھگوت گیتا۔ مجلد۔ مترجم شری رام لال پربھاکر ایڈیٹر رسالہ آنند۔ مضبوط جلد میں ملبوس گیتا کا مفصل ترجمہ صفحات 256 قیمت 5/ روپے رعایتی قیمت 3/ روپے۔ روحوں کی دنیا۔ مجلد صفحات 288 قیمت 5/ رعایتی قیمت 3/ روپے

کرشن بال لیلا۔ (ہندی) خوبصورت تصاویر سے مزین چھوٹے بچوں کو دھارمک سکھشا دینے کے لئے کمال کی پستک۔ قیمت دو بھاگ ایک روپیہ۔

بال چتر رامائن (ہندی) دو حصص۔ قیمت صرف 80 پیسے دانی پُرش ان دو پستکوں کو منگوا کر سکولوں میں مفت تقسیم کریں۔ دھرم پرچار کا یہ سب سے اُتم کاریہ ہے۔

منگانے کا پتہ۔ دفتر رسالہ اوم اندرون بازار کشمیری گیٹ دہلی

(مسلسل) اوم

خطوطِ گوبند

نوٹ :- یہ وہ خطوط ہیں۔ جو کہ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج نے اپنے خاص شش‌شیہ مہاتما دولت رام جی بال برہمچاری سابق سکول ماسٹر جموں نواسی کو وقتاً فوقتاً تحریر کیئے۔

اُن کے اُپدیشوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ آج ہمیں شری سوامی شاشوت آنند جی کے نام سے منسوب ہو کر بھگوے لباس میں ملبوس نظر آرہے ہیں۔ اور اپنی تحریر اور تقریر سے آتم جگیاسوؤں کا جیون سپھل کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر"

خط نمبر ۲۱۹۔ رام پورہ تاڑہ۔ ۲۶ مارچ ۱۹۳۱ء

تحریر تقریر اور قلب کی حالت یکساں ہونی چاہیئے

پیارے آتما اوم آنند۔ آپ کا خط یہاں رام پور میں آکر ملا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ آپ کا مضمون نہایت ہی لاجواب ہے لیکن تاہم جواب (۳) کا یہی ہے۔ کہ جو قلم اور زبان سے نکلتا ہے۔ وہی حالت قلبی ہونی چاہیئے۔ فقط۔

گوبند آنند"

خط نمبر ۲۲۰۔ رام پورہ ۳۰ مارچ ۳۱ء

پرویراگ سے کامیابی

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ آپ نے ٹھیک سمجھ لیا ہے۔ بلکہ آپ کا عمل بھی ہو رہا ہے۔ اگر پرویراگ پوربک مسلسل ایک پرواہ جاری رہا تو جلدی اُمید کامیابی ہے۔ انتہ کرن اور اندریوں کی پرورتی میں بار بار سوچنے کا موقعہ دینا اور گرہن تیاگ کی طرف زیادہ توجہ رکھنا یا اپنے بیگانہ یا نفع نقصان وغیرہ وغیرہ کا زیادہ دھیان رہنا بھی خاص ہانی کارک ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے ان باتوں سے سیدھا وک الجاؤ رہنا چاہیئے۔ اور ایسے لوگوں سے بھی جو ان کے برتاؤ رکھنے والے ہوں۔ فقط۔ گوبند آنند۔

پیارے لالہ بھگوان داس صاحب جی۔ موہ اور مخالفت کو دل سے پورے طور سے چھوڑ جب شاستر کے واکوں پر غور کرو گے۔ تب اثر ہونا شروع ہو گا۔ لیکن یہ تب دور ہوں گے جب شریر سے اہنکار اور سنبندھیوں اور سب چیزوں سے دلی اصلی ممتا قطعی دور ہو جاوے گی۔ فقط۔ گوبند آنند"

خط نمبر ۲۲۱۔ پٹیالہ ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء

"مند ادرشٹ میں پرسنتا"

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ جو شریر کے بھوگ ہیں۔ وہ خود سب انتظام مطابق ادرشٹ اور خود بخود موجود اور حاضر کریں گے۔ ماسٹر ہنسراج جی کو دوائی اور پرہیز باقاعدہ کرنا چاہیئے۔ جو آگے ادرشٹ بھوگ دیوے لیلا مانتر سمجھ کر خوشی سے بھوگنا چاہیئے۔ ایسے موقعہ آتے ہیں جو ان میں نہیں گھبرانا اور اپنے وچار میں قائم رہتا ہے۔ وہ نیل نہیں ہوتا۔ بلکہ بیماریوں میں زبردست وچار ہونا چاہیئے۔

فقط گوبند آنند

خط نمبر ۲۲۲۔ از کمار ہٹی ۱۳ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

جگیاسوؤں پر کرپا

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ ماسٹر ہنسراج جی کا خط آیا تھا۔ جواب دے دیا گیا۔ آپ نے اُن کو زبانی جاکر پھر کہہ دینا۔ کہ اگر وہ آپ کے ساتھ آنا چاہئیں۔ یا آپ سے پہلے تو بڑی خوشی سے آسکتے ہیں۔ ہم کو اُن کا بسرو چشم آنا منظور ہے۔ لیکن رَل مِل کر سب ہیں گذارنا پڑیگا۔ ے ہمہ یاراں دوزخ ہمہ یاراں بہشت فقط گوبند آنند۔

خط نمبر ۲۲۳ از سیالکوٹ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء

سچا سنکلپ ضرور پورا ہوگا

پیارے آتما اوم آنند۔ پتر ملا جواب یہ ہے۔ وہ جو انسان کا سچا سنکلپ اور دڑھ سنکلپ ہوتا ہے۔ وہ ضرور پورا ہو جاتا ہے بشرطیکہ کوشش بے قاعدہ نہ ہو۔ (۲) کوشش کرنی ضروری ہے۔ نہ کہ اس کو گلے کا ہار بنا لینا۔ اور اس وہم کو ہر وقت اپنے دل میں سامنے رکھنا یہ بیوہار پرمارتھ دونوں کو بگاڑتا ہے۔ (۳) اپنے یقین کے مطابق برتی کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ اوپر سے کوشش بیوہارک ہوتی رہے۔ سرسری برتی سے فقط۔ گوبند آنند۔"

خط نمبر ۲۲۴ از جوہڑکانہ ۔ از دسمبر سنہ ۳۱ء

پرسدھ اور اپرسدھ ادھیاس

پیارے آتمہ۔ اوم آنند خط مل گیا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ جب تک سنسار (نام روپ) کی ستتا اور اس کے سنسکار دور نہیں ہو جاتے۔ تب تک سمادھی اصلی کا مسلسل ہونا مشکل ہے۔ البتہ ابھیاس کے بل سے دھیان۔ نروکلپ یا ساوکلپ ہو سکتا ہے۔ اُس کا نتیجہ اپرسدھ ادھیاس کا نتیجہ اور نظر ہی خاص معلوم ہوتا ہے لیکن پرسدھ ادھیاس کا عل جگیاسوؤں سے اُڑنا بڑا مشکل ہے۔ جو دل کو صاف کر کے پرویراگ پورباک عامل ہوگا۔ وہ ضرور کسی وقت کامیاب ہو ہی جاویگا۔ فقط۔ گوبند آنند

خط نمبر ۲۲۵ از کمار ہٹی ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء

چت کو ٹھکانے پر رکھو

پیارے آتمن۔ اوم آنند۔ آپ کا کارڈ مل گیا تھا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ جو ہوگا ٹھیک ہوگا۔ کوئی زیادہ سوچ کی ضرورت نہیں آپ ہمیشہ ہر حال میں خوش رہا کرو۔ اور اپنا چت ٹھکانے پر رہنے سے خوش رہنا چاہیئے۔ فقط۔ گوبند آنند۔

خط نمبر ۲۲۶ از کوٹہ (راجپوتانہ) ۷ دسمبر سنہ ۳۲

اصلی ویدانت کوئی ہی سمجھتا ہے

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ آپ کا پریم پتر مل گیا۔ حرف بحرف پڑھا گیا۔ (۱) ویدانو وچن کا مضمون اچھا ہے بشرطیکہ اُسکے معنی و مطلب کو سمجھ لیا جاوے۔ بعض بعض جگہ دقیق بھی ہے۔ (۲) ست سنگ میں عام لوگ شہر دور رہنے کے سبب آ نہیں سکتے۔ چند خاص آدمی آجاتے ہیں۔ لیکن ویدانت سمجھنے والے کم ہیں۔ کیا جتوں یا اور جگہ اصلی ویدانت تو کوئی ہی سمجھ سکتا ہے

اور کبھی کے اندر ہی ٹھہر سکتا ہے۔ اُوپر اوپر سے پھسل جاتا ہے۔ مبارک وہ پُرش ہیں۔ جن کے دل میں عملی طور پر ویدانت بیٹھ جاوے۔ فقط۔ گوبند آنند۔

خط نمبر ۲۲۷ **اندر اور باہر کا سنیاس** از لاہور انارکلی ۱۶ فروری سنہ ۱۹۳۳ء

پیارے آتمن ماسٹر ہنسراج جی۔ اوم آنند۔ (۱) جو ہو سو ہو سب لیلا ماتر ہے۔ (۲) دولت رام کا کہنا بروئے پختہ یقین نتیجہ (حق الیقین) کے ایک طرح سے درست ہے مگر ایک طرح سے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ سرب درشیہ سپنا ہونے سے سنیاس اور گرہست برابر ہیں۔ لیکن یہ اصلی سرب آتم درشٹی سوائے سنیاس کے رہ نہیں سکتی۔ اگر اندر باہر سے سنیاس ہوگا تو پوری رہیگی۔ اگر باہر سے نہ ہو اور صرف اندر سے ہو تو بھی کسی قدر رہ سکتی ہے۔ مگر پوری نہیں۔ اور سکھ اور چیت کی شانتی تو اسی میں ہے ہاں صرف بیرونی سنیاس یعنی گیروے لباس تو نام نہاد ہی ہے۔ بلکہ بدنامی کا باعث زمانہ موجودہ میں سمجھا جاتا ہے۔ اگر سنیاس ہو تو اندر باہر سے پورا ہو۔ پھر تو اس کے سامنے گرہست تچھ سے بھی تچھ ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اندر سے اگر سنیاس ہو یعنی سب نام رُوپ کو سپنا دیکھتا ہوا کسی میں راگ دویش نہ ہو نہ ہرکھ شوک۔ اگر کبھی ہو تو نقلی۔ پھر بھی اچھا وقت گذر جاتا ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں پھر تو کتھن ماتر گیان (مثل تصویری آفتاب) کے ہی ہوگا جو صرف بڑائی ماتر کہا جاوے گا۔ اور بعض وقت وہ گیان پدارتھوں میں آسکت ہو جانے کے سبب بندھ گیان کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جو اگیان اور جگیاسا سے بھی ناقص ہے۔ فقط۔ گوبند آنند۔

خط نمبر ۲۲۸ **مُبارک دیش کال اور سامگری** از سانگلہ ہل ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ آپ کا کارڈ (اپنا انوبھو اور عمل) پر گٹ کرتا ہوا ملا۔ چیت دیکھ کر نہایت ہی پرسن ہوا۔ اس شعر کو ہمیشہ مدِ نظر رکھا جاوے۔ ؎

دل کی خوشی گرد نہیں سبز و گل کے ہاتھ کچھ
جس جا ہو دل شگفتہ وُہی چمن اور باغ ہے

جہاں چیت ساتکی اور نام رُوپ کی جگہ آتما کار یا برہما کار رہے۔ وہی دیش وہی کال وہی سامگری مبارک اور اچھی ہے۔ باقی وقت گذاری ہوا کرتی ہے۔ جو در اصل بے حقیقت ہے۔ مگر جو اس حالت کی حمایت میں ہے۔ وُہ بھی اسی سے تعلق رکھتی ہوئی اس میں شامل ہے۔ فقط۔ گوبند آنند۔

"حقیقت"

(از قلم شری ستگور پرشاد جی سریواستو)

جانے کہاں سے آئے تھے ہم اور کدھر گئے
صرف اک سمجھ کا پھیر تھا کہنے کو مر گئے

دیر و حرم میں ڈھونڈھتے شام و سحر گئے
پایا نہ کچھ بھی اُسکا پتہ ہم جدھر گئے

بندہ ترا ملال رکھتے تجھ سے کیا مجال
دن ہی مصیبتوں کے تھے آئے گذر گئے

شادی و غم کی بات کیا۔ اچھے بُرے بھی کیا
جو بھی کھلائے کھیل یہاں کھیلے گھر گئے

رہرو تھے راہبر بھی تھے اور رہنمائے دیں
اُس راستہ سے ہم بھی گئے وہ جدھر گئے

عبرت کا یہ مقام ہے اے طایرِ نفس
جتنے بھی آئے دہر میں بے بال و پر گئے

زندہ دلی ہے زندگی اور زندگی شباب
اب کون پوچھتا ہے کہ ستگور کدھر گئے

نگاہِ کرم

(شری ستگور پرشاد جی)

فقیروں کی جھولی بھریں پھر بھرینگے
نگاہِ کرم وہ کریں پھر کرینگے

وہ کشٹوں کو میرے ہریں پھر ہرینگے
میرے زخم دل کے بھریں پھر بھرینگے

کہاں جائینگے بھاگ کر اب وہ مجھ سے
ملیں گے ملیں گے ملیں پھر ملیں گے

بڑھایا تھا پٹ جس نے دروپد ستا کا
وہی لاج میری رکھیں پھر رکھیں گے

چھڑایا تھا جس نے کہ گج کو گرہ سے
وہی دھیان میرا دھریں پھر دھرینگے

ترے جیسے سیوک اجامل و گنکا
اُسیطرح ہم بھی تریں پھر تریں گے

چرن سے نہ ستگور کے ہٹنا کبھی تو
ہر اک کاج تیرے سریں پھر سرینگے

گناہوں کی ساقی مجھے نے کے ستگور
وہ ممنون اپنا کریں پھر کریں گے،

اوم اوم

شری رامانج آچاریہ

زندگی اور موت کی جنگ کا نظارہ

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، شری رامانج آچاریہ پر یہ مثل ٹھیک صادق آتی ہے۔ بچپن سے ہی آپکے روشن مستقبل کے آثار ہویدا ہو رہے تھے۔ ابھی دودھ کے دانت تھے۔ کہ آپکی پیشانی سے استقلال اعلیٰ دماغی اور بلند شخصیت کا نور برستا تھا۔ آپ آچاریہ۔ آلوندار (یا منا آچاریہ) کی پرمپرا سے تھے۔ آپکے پتا کا نام کیشو بھٹ تھا۔ وہ دکن ہند کے علاقہ پیرنکودو میں رہا کرتے تھے۔ شری رامانج آچاریہ ابھی کم سن ہی تھے۔ کہ سر سے سایۂ پدری اٹھ گیا۔ گردش روزگار نے آپ کو دست یتیمی کے کڑے آلام و مصائب میں مبتلا کر دیا۔ مگر آپ ازل سے ہی بڑے حوصلہ مند، مستقل مزاج اور تحمل واقع ہوئے تھے۔ ایشور نے آپ کو تمام گنوں سے بہرہ ور کر دیا تھا۔ آپ نے "کانچی" میں جا کر "یادو پرکاش" نامی گورو سے ویدوں کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ آپ بڑے ذہین اور تیز فہم ثابت ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تعلیم میں کافی ترقی حاصل کر لی۔ جودت طبع اپنے جوہر دکھلانے لگی۔ غیر معمولی دماغی صلاحیت کے ساتھ ساتھ بے خوفی جرأت اور حق پرستی بھی آپکی سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کے حسن لیاقت اور بے باکانہ خوئے حق پرستی نے زمانہ طالب علمی میں اپنے حق اعتراف کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کا ثبوت اس طرح مہیا ہوتا ہے۔ کہ گورو یادو پرکاش جب کبھی پڑھاتے وقت دیاکھیان میں کوئی غلطی کرتے تو رامانج فوراً انہیں وہیں ٹوک دیتے۔ بارہا ایسا ہوا۔ شری رامانج کا اپنے گورو کو اس طرح ٹوکنا گو دلی خلوص حق شناس اور معصوم طفلانہ بے باکی پر مبنی تھا۔ تاہم جانے کیوں آپ کے گورو اسے اپنی توہین تصور کر کے آپ سے کینہ رکھنے لگے۔ گورو یادو کاش کے دل میں یہ جذبۂ کینہ رفتہ رفتہ انتقام کے بھیانک شعلہ میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے رامانج کے ہم جماعت چچیرے بھائی گوبند بھٹ پر کچھ ایسے ڈورے ڈالے کہ اسے بھی آپ سے بدظن کر دیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے گوبند بھٹ سے ملکر یہ خفیہ سازش طے کی۔ کہ شری رامانج کو کاشی یاترا کے بہانہ ساتھ لے جائے اور راستے میں کسی سنسان جگہ پر آپکو قتل کر دیا جائے۔ اُف کرم مارگ کے ایک معصوم مبتدی کو سچی جرأت اور بے باکانہ حق بجانبی کی پاداش میں کتنی خوفناک مصیبت اور سفاکانہ امتحان میں ڈالا جا رہا ہے۔ دیکھیں ایشور کو کیا منظور ہوتا ہے۔

گورو یادو پرکاش، گوبند بھٹ اور شری رامانج آچاریہ تینوں کاشی کی یاترا کے لئے جا رہے تھے۔ شری رامانج معمول سے زیادہ خوش معلوم دیتے تھے۔ ان کے دل میں کاشی کے درشنوں کی بڑی ابھلاشا تھی، انکا جو قدم رہ منزل میں اٹھ رہا تھا۔ آپ گورو دیو اور چچیرے بھائی کے اس خوفناک کمینے ارادے سے اپنے مستقبل قریب کی اس لرزا خیز گھڑی سے جس کے ساتھ آپکی زندگی اور موت کا فیصلہ وابستہ تھا۔ قطعاً بے خبر اپنی دھن میں مست چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے میدانی علاقہ کی مسافت طے ہوئی اور گھنے جنگلوں کا راستہ آ گیا۔ دور۔ بہت دور جنگل کے درمیان پہنچ گئے۔ سنسان بیابان۔ ہو کا عالم۔ آدم نہ آدم زاد کا نشان

اِس سے بہتر موقعہ گورو یا دو پرکاش اور گوبند بھٹ کو اور کہاں مل سکتا تھا؟ انہوں نے اپنے کپڑوں کے اندر چھپا کر رکھی ہوئی ایک کٹار نکالی اور شری رامانج کو قتل کرنے کا قصد کیا۔ شری رامانج اِس واقعہ سے ذرا بھی نہیں گھبرائے۔ وہی پہلی سی بشاشت مسرت۔ استقلال اور متانت چہرے پر ٹپک رہی تھی۔ ابھی جدو جہد ہی ہو رہی تھی۔ کہ اتفاق سے ایک شکاری اور اسکی عورت نے موقعہ پر امداد بروانی کا کام کیا۔ شری رامانج کی جان بچ گئی۔ بس اپنی چھوٹی سی عمر کے اسی لمحہ سے آپ نے کرم شکتی کا بڑی شد و مد کے ساتھ سنچہ کرنا شروع کر دیا۔ کارزار ہستی اور معرض کشا کش زندگی میں بڑی اولوالعزمی اور مستقل مزاجی سے کامیابی کی منزلیں طے کرنے لگے۔

(۲)

تھوڑے ہی عرصہ میں شری رامانج نے کرم یوگ کی بڑی بڑی سدھیاں یعنی کامیاب صفات حاصل کر لیں اور اپنے دائرہ عمل کو بہت وسیع کر دیا۔ نشکام کرم یوگتا میں وشو بھاونا کا دخل کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے دائروں سے نکلکر بہبودی خلائق کے وسیع میدان میں سرگرم کار ہوئے۔ جہاں بھی کسی کو کوئی تکلیف ہوتی۔ بلا تامل پہنچکر آڑے آتے۔ جگہ بہ جگہ اخلاقی سدھار کا کام کرتے عوام میں نیک بننے، اچھے کام کرتے اور ایشور بھگت ہونے کی تلقین کرتے۔ اپنی سدھیوں کے بل سے آپ نے کانچلی کی راجکماری کو پریت بادھا روگ سے مکت کیا۔ جب مہاتما آلوندار اس اسار سنسار سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہے تھے۔ نزع کا وقت تھا۔ موت سرہانے کھڑی تھی۔ انہوں نے اپنے ششوں کے ذریعے شری رامانج کو اپنے پاس بلوا بھیجا۔ لیکن اُنکے شری رنگم پہنچنے سے پہلے ہی مہاتما آلوندار کا آتما بھگوان نارائن کے دھام میں پہنچ چکا تھا۔ فقط جسم بے جان پڑا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آلوندار کے ایک ہاتھ کی تین انگلیاں مڑی ہوئی ہیں۔ اسکی وجہ کسی کو معلوم نہ ہو سکی۔ مگر سچے کرم یوگی شری رامانج کو اِسمیں اپنے لئے ایک فرض ادا کرنے کا اشارہ ملا۔ آپ نے یہ جان لیا۔ کہ مہاتما آلوندار میرے لئے تین کام سپرد کر گئے ہیں جس سے عوام کا بھاری اُپکار ہو سکتا ہے۔ یہ تینوں کام برہم سوتر، وشنو سہسر نام، اور مہاتما آلوندار کے دوّیہ پربندھم، کی ٹیکا (ترجمہ و تشریح) کرنا تھا۔ آپ نے اِن تینوں کاموں کو سرانجام دینے کی دل میں پرتگیا کرتے ہوئے مہاتما آلوندار کی تینوں انگلیوں کو سیدھا کر دیا۔

اس کے بعد شری رامانج نے مہاتما آلوندار کے پردھان شِشش پیرینابی سے باقاعدہ وشنو دیکھشا گرہن کی۔ شری رامانج جی اس وقت گرہست تھے۔ مگر دیکشا لینے کے بعد آپ کو اپنے فرائض کا دائرہ اور بھی وسیع اور بے پایاں نظر آیا۔ گرہست آپکو اِن فرائض کی انجام دہی میں ایک رکاوٹ معلوم ہوا۔ کیونکہ آپ اس سے اپنے آپ کو کچھ پابند محسوس کرتے تھے۔ اور کچھ نجی اغراض کی بھاوناؤں کے پیدا ہونے کا امکان رہتا تھا۔ آپ اب اپنی نجی اغراض سے بالاتر ہو کر یعنی اپنے ذاتی اور اپنے گرہست کے فوائد سے مخلوق عالم کے بہبود و سود کو افضل اور مقدم سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ آپ اپنے عزیز و اقربا اور استری کو عوام سے زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے۔ آپ اپنے اور بیگانے کا امتیاز مٹا کر روئے زمین کے تمام افراد کو بلا قید مذہب و ملت و مرتبت مساوات کی نگاہوں سے دیکھنے میں سچی راحت محسوس کرتے تھے۔ ہر ایک چھوٹے بڑے مرد و زن کے لئے آپ اپنا یکساں فرض سمجھتے اور ادا کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا کرم یوگ کی اس وشنو بھاونا عالمگیر جذبات ایثار کے

کے زیر اثر شری رامانج نے اپنا گرہست تیاگ دیا۔ اور نئی زندگی، نئی سرگرمی کے ساتھ مخلوقات عالم کی خدمت میں لگ گئے۔ آپ کے سُدھار اور پرچار کے کام کی جہان بھر میں دھوم مچ گئی۔

شری رامانج نے تروکموئیور کے مہاتما "نامبی" سے چھ اکشر کے منتر "اوم نمونارائنائے" کی دیکشا لی تھی۔ مہاتما "نامبی" نے دیکشا دیتے وقت آپکو یہ ہدایت کی تھی۔ کہ دیکشا منتر کو کسی پر بھی ظاہر نہ کیا جائے۔ مگر آپ نے سبھی ورن کے لوگوں کو باآواز بلند اس منتر کی دیکشا دینی اور معنوی اہمیت بتانی شروع کردی۔ اس سے اُس زمانہ کے تنگدل رجعت پسند لوگوں کے دل میں غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مگر آپنے ایک نشکام کرم یوگی، بہی خواہ عالم کی حیثیت سے ان باتوں کی ذرا پروا نہ کی۔ آپکے دیکشا گورو کو اس اَمر کا پتا چلا۔ انہوں نے آپکو بڑی دھمکی سے کہلا بھیجا۔ کہ آپ اس طرح ہر کسی کو میرے دیکشا منتر بتا کر منتر کی تقدیس کو برباد نہ کریں۔ ایسا کرنے سے آپ کو نرک بھوگنا پڑے گا۔ گورو کی طرف سے اس مفہوم کی دھمکی موصول ہونے پر جو جواب ارسال کیا۔ وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

"پوجیہ چرن گورو دیوجی مہاراج! اگر اس مہامنتر کا اُچارن کرنے سے ہزاروں لاکھوں انسان نرک کی تکلیفوں اور یاترا سے بچ سکتے ہیں تو مجھے اس منتر کو عوام پر واضح کرنے کی پاداش میں چاہے ایک ہی ساتھ ہزاروں نرکوں کا کشٹ بھوگنا پڑے تو میرے لیئے بڑا ہی سوبھاگیہ اور پرم آنند کی بات ہوگی۔"

آہا! پیارے ناظرین!! شری رامانج کے اس جواب باصواب میں کتنی فراخدلی، سچائی، وشوبھاونا، اخوت عالمگیر اور مہان کرم یوگ بل کا اظہار ہے۔ آپکے دل میں عوام کے سُدھار کے لئے کتنی بھاری قربانی ایثار اور بلیدان کا جذبہ تھا۔ آپکے اس پُر حقیقت اور جذبات لبریز جواب کو سن کر آتما بلیوں اُچھلتا ہے۔ دل میں ایک عجب سرور انگیز جوش پیدا ہوتا ہے۔ یہی حالت آپکا جواب سن کر آپکے دیکشا گورو کی ہوئی اپنے شِشّ کی اس کمال بلند خیالی کے اظہار سے وہ نہال ہو گئے۔ فوراً آپ کے پاس پہنچے۔ پیار سے گلے لگا لیا اور اشیرباد دی۔ کہ بیٹا تو اپنے مشن میں کامیاب ہو۔ ایشور تم پر مہربان ہوں۔

اس کے بعد شری رامانج نے مہاتما آلوندار کی آخری خواہش اور اپنے اقرار کے مطابق برہم سوتر وشنو سہسر نام کی ٹیکا کر ڈالی "دویہ پربندھم" کا کئی بار انوشیلن کیا۔ اُسے کنٹھ کر ڈالا۔ آپ کے کئی شِشّ ہو گئے، اور انہوں نے آپ کو ہی آلوندار کی گدّی پر بٹھایا۔ مگر آپ کے کئی دشمن بھی پیدا ہو گئے۔ یہ اکثر ہوا کرتا ہے۔ دُنیا میں ایسے واقعات بے شمار رونما ہوتے ہیں۔ سچّے کرم یوگیوں کی ترقی، عظمت اور وقار کو دیکھکر تنگدل انسان جنکی تعداد دُنیا میں بہت زیادہ ہے۔ بغض وحسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔ جہاں تک کہ اِنکے دل میں جذبہ انتقام پیدا ہو کر خوفناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ شری رامانج کے حاسدوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ انہیں آپکی زندگی ایک آنکھ بھی نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے بھکشا کے بھوجن میں زہر ملانے میں کامیابی حاصل کرلی اور اس طرح انہوں نے آپ کے خاتمہ کرنے کی سازش کو یقینی طور پر مکمل کر لیا تھا۔ مگر ایسے پرمارتھی انسان جن کی زندگی سارے جہان، دوست دشمن کی بھلائی کے لئے وقف رہتی ہے۔ انکی رکشا مالک کل بھگوان سروشکتیمان آپ کرتے ہیں۔ شری رامانج کے دشمنوں کی ساری سازش مکمل ہوتے ہوئے بھی کارگر نہ ہو سکی۔ کیونکہ آپ کو ایک عورت کے ذریعہ سارا حال عین وقت پر معلوم ہو گیا تھا۔ موت کے ساتھ شری رامانج کی یہ دوسری کامیاب جنگ تھی آپکی تمام عمر ہی حقیقت میں

موت اور زندگی کی کشاکش، مردہ رُوحوں میں جوشِ زندگی۔ تڑپ عمل ڈال دینے والی مثال ہے۔

(۳)

شری رامانج نے آلواروں کے بھگتی مارگ کا پرچار کرنے کے لئے سارے ہندوستان کی سیاحت کی۔ جگیاسوؤں کے فائدہ اور پرمارتھ کے لئے گیتا، برہم سوتر بھاشیہ لکھے۔ دن رات کرم یگیہ میں ایک کردیا۔ ویدانت سوتروں پر بھاشیہ جو شری بھاشیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے جس قدر عرقریزی کے ساتھ لکھا تھا۔ اسی قدر مقبول ہوا۔ آپکا سمپردائے بھی۔ شری سمپردائے کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس سمپردائے کی "آو پرورتیکا"، یعنی "ازلی موجدہ"، شری شری مہالکشمی جی مانی جاتی ہیں۔

ان دنوں شری رنگم پر چول ولیش کے راجہ کولوتنگ کا قبضہ تھا۔ وہ ٹبرا کٹر شیو تھا۔ انہوں نے شری رنگ جی کے مندر پر ایک جھنڈا لگا رکھا تھا۔ جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "شیوا تپر نگ ناستی" یعنی شوجی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ جو شخص بھی اس عقیدے کی مخالفت کرتا یا اس پر ایمان نہ لاتا تھا۔ اس کی آفت آجاتی تھی۔ زندگی تک سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ راجہ کولوتنگ نے ایک بار شری رامانج کو اپنے دربار میں بُلوا بھیجا۔ آپکے دانشمند شِش کرتالوار نے راجہ کے آپکو بُلوا بھیجنے کے پس پردہ اصلی مقصد کو بھانپ لیا۔ اور اس خیال کو مدّنظر رکھکر کہ ان کے پیارے گورو کو ابھی وششٹا دویت کو سنستھاپت کرنے کے لئے بہت کچھ کام کرنا ہے۔ شری رامانج کے بھیس میں خود حاضر دربار ہونے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ سچے شِش کرلتالوار، شری رامانج کا بانا پہن کر پیرنیامبی کے ساتھ کولوتنگ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے بھرے دربار ویشنو دھرم کی بڑی جرأت کے ساتھ حمایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ راجہ نے خشمگیں ہوکر اسکی دونوں آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ کرلتالوار" نے اس بلیدان کے ساتھ جو گورو بھگتی اور رامانج آچاریہ کی عظمت و بزرگی کے اعتراف کی مثال پیش کی۔ اسکی دُوسری نظیر ملنی مُشکل ہے۔"

کرلتالوار کی آنکھیں نکلوانے پر ہی راجہ کولوتنگ نے اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ شری رامانج کی تلاش میں مرتے دم تک کوشاں رہا۔ کیونکہ اُسے ویشنومت اس قائد اعظم سے اتنی کد تھی۔ کہ وہ آپ کا ایک لمحہ زندہ رہنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر الیشور اچھا کے آگے کسی کا زور نہیں چل سکتا تھا۔ راجہ نے آپکی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے آپکو اپنے دربار میں بُلانے کی جو پہلی سازش سوچی تھی۔ وہ تو آپ کے شِش کرلتالوار نے اپنا بلیدان دیکر فیل کردی تھی۔ اس کے بعد دُوسرا موقع نہ ملنا تھا۔ اور نہ ملا۔ آخر اسی حسرت کو لے کر وہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہُوا۔

(۴)

شری رامانج آچاریہ کی عدیم المثال قُربانی اور سچی نشکام کرم یوگتا کا ایک اور واقعہ سے بڑا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب میسوریہ راجیہ کے شالگرام نامی استھان پر رہتے تھے تو وہاں کے راجہ کے دل میں آپکے لئے بڑی شردھا پیدا ہوگئی تھی۔ وہ راجہ بھی بڑے پکّے وشنو تھے۔ آپ نے وہاں رہ کر بلے بھگتے بارہ سال تک وشنو دھرم کی سیوا کی۔ اس زمانہ میں نملے نامی ایک جگہ پر ایک پراچین مندر ملا۔ اس کو مذکورہ راجہ نے دوبارہ تعمیر کرایا۔ مگر اس میں جورام کی مورتی لاکر رکھی گئی۔ وہ شری رامانج آچاریہ کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا۔ یہ مورتی دِلّی کے بادشاہ کے قبضہ میں تھی۔ بادشاہ

انسانوں کا دل

آپ پڑے

رویہ خوشنودی

کی ہی پیدا کرنی

حقیقی ہے۔ کتنا دلفریب

انسان کو اپنی عملی زندگی میں

اُن کا عقیدہ ہے :- LOVE OF CREATURES IS LOVE OF GOD

یعنی بے غرضانہ طور پر مخلوق کی محبت ہی ایشور کی بھگتی ہے :-

محبت۔ پریم یا بھکتی وہ جذبۂ پاک ہے جو انسان کے دل میں اُس وقت پُوری طرح موجزن ہوتا ہے۔ جب خودی۔ خود غرضی اور تنگدلی کا پردہ تار تار ہو جاتا ہے۔ یعنی جب دل میں نشکامتا آجاتی ہے۔ نشکام بھاؤ۔ نشکام کرم۔ پریم کا سچّا سُروپ ہے۔

سورگ کا دروازہ کھولنے والی چیز جیوؤں کے ساتھ محبت ہے۔ سہ

۱ء　دردِ اُلفت آدمی کے واسطے اکسیر ہے　　خاک کے پُتلے اسی جوہر سے انساں ہو گئے

۲ء　دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو　　ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

شری نندہ صاحب۔ ایک متمول کھتری نندہ خاندان بمقام بدوکی گوسائیاں ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اپنی خُداداد لیاقت سے ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کا امتحان پاس کرکے احمد آباد مہاتما گاندھی کی سیوا میں حاضر ہو گئے۔ گاندھی جی نے احمد آباد میں مزدوروں کی حالتِ زار کی طرف انکی توجہ کو مبذول کیا۔ اور ان کو مزدوروں اور غریبوں کی بہبودی کے لئے کام کرنے کو کہا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں لیبر یونین قائم کی۔ اور مزدوروں کو یکجا کرکے ایسا بینظیر کام کرکے دکھایا۔ جس کی مثال نہیں ملتی غریب مزدور طبقہ ان کو اوتار ماننے لگ گیا۔

انہوں نے آزادی کے میدان میں کود کر کئی بار جیل یاترا کی۔ دیش کے آزاد ہونے پر ان کو بمبئی گورنمنٹ میں لیبر منسٹر تعینات کیا گیا۔ وہاں سے سنٹرل گورنمنٹ دہلی میں آگئے اور پلاننگ منسٹر بنائے گئے پھر چند سال ہوم منسٹر رہے۔ پنڈت جواہر لال جی ان کے اخلاق۔ محنت۔ ایمانداری اور تیاگ کے معتقد تھے۔ آج کل یہ ریلوے منسٹر ہیں :-

جس کام کو بھی انہوں نے ہاتھ میں لیا اُس کو پوری ذمہ داری۔ محنت اور ایمانداری سے سرانجام دیا۔ جب تک یہ ہوم منسٹر رہے کشمیر اور بنگال کی شورشوں کو سر نہ اٹھانے دیا۔ مہاتما گاندھی کے سچے پیروکار نشکام کرم یوگی اور بھگوان کے انیّہ بھگت ہی دیش کی موجودہ بھیانک سختی کو سنبھال سکتے ہیں۔ ان کا دوبارہ گورنمنٹ میں آنا ایک نیک شگون ہی سمجھنا چاہئے۔ انکی تمام زندگی قومی سیوا میں گذری ہے تقریباً ستر سال کی عمر ہونے پر بھی یہ نوجوانوں سے بڑھ کر محنت کرتے ہیں۔ محنت۔ ایمانداری۔ دیش بھگتی کی [illegible] اور ایشور بھگتی ہی ان کی ترقی کا راز ہے۔

جو اوجِ ترقی پہ عالی نشاں ہیں　　دلوں کی [illegible] کا [illegible]
[illegible] جب کام سے سب　　وہ [illegible] سے پیچھے [illegible] سال ہیں

کی لڑکی اسے جان سے بھی عزیز رکھتی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر بھگوان رام کی مورتی کو وہاں سے حاصل کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ مگر اس کار عظیم کو شری رامانج نے کمال کرم یوگ شکتی کے ذریعہ باآسانی سرانجام دیا۔ جب یہ مورتی دہلی سے مطلوبہ جگہ کی طرف لائی جا رہی تھی تو راستے میں شری رامانج پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ اس موقعہ پر جہاں آپ نے حسب معمول اپنے استقلال کا ثبوت دیا۔ وہاں آپ کے کچھ اچھوت بھگتوں نے بھی کمال بہادری دکھائی۔ اور ڈاکوؤں کو مار بھگا دیا۔ شری رامانج اپنے اچھوت بھگتوں پر بہت ہی خوش ہوئے اور ترونارائن پور کے مندر میں اچھوتوں کے پرویش کی آگیا دے دی۔ اور اس کا نام ترو کلتر (ہری جن) رکھا۔

راجہ کولوتنگ کی وفات کے بعد شری رامانج شری رنگم چلے آئے اور وہاں بھی بہت سے مندر تعمیر کروائے اچھے سنتوں کرم یوگیوں کی مورتیاں ستھاپت کیں۔ آخر ایک سو بیس سال کی عمر میں کرونالوار کے فرزند مہاتما پلو کا چارج کو اپنا جانشین مقرر کر کے شریر تیاگ کر کے برہم لوک کو چلے گئے۔

آپ کے سدہانت انوسار بھگوان ہی پرشوتم ہیں۔ وہ ہی ہر ایک شریر میں ساکشی روپ میں موجود ہیں۔ وہی جگت کے رچنے والے سوامی ہیں۔ اور جیو ان کا سیوک ہے۔ اپنے اہنکار یا خودی کو مٹا کر بھگوان کی شرن میں آنا ہی جیو کا پرم پرشارتھ ہے۔ بھگوان نارائن ہی ست ہیں انکی شکتی مہالکشمی چت ہیں۔ اور یہ جگت کے آنند کا ولاس ہے۔ علاوہ ازیں آپ یہ بھی مانتے ہیں۔ کہ جس طرح ڈائینمو میں سے آسمانی بجلی پرگٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح بھگوان بھی چت شکتی کے ذریعہ سنسار میں اوتار روپ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کرم مارگ اور کرم یوگ کے کتنے قائل اور پرچارک تھے۔ یعنی آپ کے خیال میں جگت پتا جگدیشور جو کہ نراکار کے نروکار اور کرم کے بندھن میں نہ آ سکنے والے ہیں۔ وہ بھی اس سنسار روپی کرم کشیتر میں بنی نوع انسان کو سچے کرم مارگ پر لگانے کے لئے دہرم کی رکشا کے واسطے اور پاپ آتماؤں کا دلن کرنے کے لئے جسم خاکی میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور انسان کا سب کام کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں بھگوان لکشمی نارائن۔ جگت کے ماتا، پتا اور جیو ان کی سنتان ہیں۔ ماتا پتا کا پریم اور ان کی کرپا یا خوشنودی حاصل کرنا ہی سنتان کا پرم دھرم ہے۔ زبان سے بھگوان کے نام کو جپنا چاہیئے۔ من۔ کرم اور وچن سے ان کی ہی سیوا کرنی چاہئے اور یہ سیوا عالمگیر رنگ میں مخلوقات کی سیوا سے تعلق رکھتی ہے۔

سوامی رامانج آچاریہ کے اختصار کے ساتھ دیئے گئے سوانح حیات اور ان سدھانتوں میں کرم یوگ کی کتنی رسکشا ملتی ہے! کتنا وشواس بھرا ہے!! کس قدر الیتور پر آتما کا عنصر ہے!!!

انسان کو اپنی عملی زندگی میں ڈھالنے سے اس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔" اوم شم

نوٹ:۔ شری گلزاری لال جی نندہ منسٹر ریلوے سوامی نارائن مت کے ہی انویائی ہیں۔ مورتی پوجا۔ اور اوتار واد کو ماننے والے اور پرم وشنو ہیں۔ مہاتما گاندھی کے اصولوں پر گامزن ہیں۔ اپنی تمام زندگی پبلک سیوا میں ہی لگا دی ہے۔ ایسے ہی دھارمک وچاروں کے لوگ اگر حکومت میں لئے جاویں۔ تو دیش کا کایا کلپ ہو سکتا ہے۔

اُن کا عقیدہ ہے :- LOVE OF CREATURES IS LOVE OF GOD

یعنی بے غرضانہ طور پر مخلوق کی محبت ہی ایشور کی بھگتی ہے :-

محبت - پریم یا بھگتی وہ جذبۂ پاک ہے جو انسان کے دل میں اُس وقت پُوری طرح موجزن ہوتا ہے۔ جب خودی - خود غرضی اور تنگدلی کا پردہ تار تار ہو جاتا ہے۔ یعنی جب دل میں نشکامتا آجاتی ہے۔ نشکام بھاؤ - نشکام کرم - پریم کا سچّا سُروپ ہے۔

سورگ کا دروازہ کھولنے والی چیز جیووں کے ساتھ محبت ہے ۔ سہ

۱ء درد اُلفت آدمی کے واسطے اکسیر ہے — خاک کے پُتلے اسی جوہر سے انساں ہو گئے

۲ء دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو — ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

شری نندہ صاحب - ایک متمول کھتری نندہ خاندان بمقام بدّو کی گوسائیاں ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اپنی خُداداد لیاقت سے ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کا امتحان پاس کر کے احمدآباد مہاتما گاندھی کی سیوا میں حاضر ہو گئے۔ گاندھی جی نے احمد آباد میں مزدوروں کی حالت زار کی طرف انکی توجہ کو مبذول کیا۔ اور ان کو مزدوروں اور غریبوں کی بہبودی کے لئے کام کرنے کو کہا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں لیبر یونین قائم کی۔ اور مزدوروں کو یکجا کر کے ایسا بینظیر کام کر کے دکھایا۔ جس کی مثال نہیں ملتی غریب مزدور طبقہ ان کو اوتار ماننے لگ گیا۔

انہوں نے آزادی کے میدان میں کود کر کئی بار جیل یاترا کی۔ دیش کے آزاد ہونے پر ان کو بمبئی گورنمنٹ میں لیبر منسٹر تعینات کیا گیا۔ وہاں سے سنٹرل گورنمنٹ (دہلی) میں آ گئے اور پلیننگ منسٹر بنائے گئے پھر چند سال ہوم منسٹر رہے۔ پنڈت جواہر لال جی ان کے اخلاق۔ محنت۔ ایمانداری اور سچی لگن کے معتقد تھے۔ آج کل یہ ریلوے منسٹر ہیں :-

جس کام کو بھی اُنہوں نے ہاتھ میں لیا اُس کو پُوری ذمہ داری، محنت اور ایمانداری سے سرانجام دیا جبتک یہ ہوم منسٹر رہے کشمیر اور بنگال کی شورشوں کو سر نہ اُٹھانے دیا۔ مہاتما گاندھی کے ایسے سچے پیروکار نشکام کرم یوگی اور بھگوان کے اننیہ بھگت ہی دیش کی موجودہ بھیانک استھتی کو سنبھال سکتے ہیں۔ ان کا دوبارہ گورنمنٹ میں آنا ایک نیک فال ہی سمجھنا چاہئے۔ انکی تمام زندگی قومی سیوا میں گذری ہے۔ تقریباً ستر سال کی آیو ہونے پر بھی یہ نوجوانوں سے بڑھکر محنت کرتے ہیں۔ محنت۔ ایمانداری۔ دیش بھگتی کی سچی لگن اور ایشور پرائنتا ہی ان کی ترقی کا راز ہے۔

جو اوج ترقی پہ عالی نشاں ہیں — دِنوں کی نہ یہ کار پردازیاں ہیں
پڑے سو رہے تھے جب آرام سے سب — وہ راتوں رہے پگھلتے شمع ساں ہیں

خوشنویس: رام لال





عزّت پانے کا راز

پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کرلے

اگر عزّت کی خواہش ہے تو دلمیں بجلیاں بھرلے — پہاڑوں کی طرح اپنے ارادوں کو اٹل کرلے
تدبّر کی جلو سے جگمگا لے اپنی قسمت کو — عمل کے حوض زرّیں میں ڈبو دے اپنی ظلمت کو
سنبھل محسوس کر ذلّت کو اور غیرت سے تھرا جا — حوادث کی طرح اُٹھکر جہاں یاس پر چھاجا
اُٹھ اور کچھ کام کرلے کچھ نہ کر سکنے سے کیا حاصل — یُونہی بیٹھے ہوئے موسم کا مُنہ تکنے سے کیا حاصل
برستی ہے ہمیشہ آگ اُس پُر شور بستی میں — چلا ہل کوشش پیہم کا ریگستان ہستی میں
حیات اک آتشیں لمحات کا روشن مرقّع ہے — تیرے اعمال کے لمحات کا روشن مرقّع ہے

جو ہیں آتش نفس وہ آگ سے کب خوف کھاتے ہیں
کہ انسان آگ کے دریا میں اکثر کود جاتے ہیں

منش جنم

قسط ۶

شری کرپال سنگھ ایم اے

مہا پُرش ہمارا خیال بُدھی و بودھک گیان کے اس چکّر سے نکال کر اپنی ذات میں لگانا چاہتے ہیں جو کہ تمام علوموں کا خزانہ ہے۔ اپنی ذات تک رسائی حاصل کر کے ہم اصلی معنوں میں ودوان بن پاتے ہیں۔ اسکے علاوہ باقی علم فقرا کے راستے میں رُکاوٹ بنتے ہیں۔ اسی لئے وہ فرماتے ہیں۔ ؎

علم را او عقل را او قال و قیل ۔ جملہ را انداختم در آب نیل

اسم را او جسم را در یا ختم ۔ تا کمال معرفت در یافتم

"جب وِدّیا اور بُدھی۔ کیوں اور کیسے۔ ان سب کو میں نے نیل ندی میں پھینک دیا۔ جب میں نے نام اور رُوپ کو بھی چھوڑ دیا۔ تب مجھے گیان کی پُورن اوستھا پراپت ہوئی"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی علم کسی کام کا نہیں۔ یہ مُبارک ہے لیکن کب؟ جب یہ ہمارے پرورتی مارگ کو کامیاب بنا کر ہمیں نورتی مارگ پر ڈال دے۔ اسکی مدد سے ہم اپنے دھارمک ساہتیہ کا مطالعہ کر کے وہاں سے اصلیت کی کھوج کریں۔ اپنے بندھن توڑیں۔ لیکن ساتھ ہی اس خطرے سے باخبر رہیں کہ بندھنوں کو ڈھیلا کرنے میں مددگار یہ گرنتھ اور شاستر ہمارے ہی گلے کا بندھن نہ بن جائیں۔ ہم ان میں ہی پھنس کر نہ رہ جائیں۔ آگے چلنا ہے۔ نظر منزل کی طرف رہے۔ سادھنوں کو پکڑو لیکن چھوڑنے کے لئے۔ اگر ان کو ہی پکڑے رکھیں گے تو منزل پر کیسے پہنچیں گے۔ جس طرح کسی نے دہلی جانا ہو تو پہلے وہ گھر سے رکشا میں بیٹھ کر ریلوے سٹیشن پر جاتا ہے۔ وہاں جا کر رکشا چھوڑ دیتا ہے اور گاڑی پکڑ لیتا ہے۔ دہلی جا کر گاڑی چھوڑتا ہے۔ اور بس پکڑ لیتا ہے۔ جب بس گھر کے نزدیک پہنچ جاتی ہے تو اسے بھی چھوڑ دیتا ہے۔ پھر رکشا پکڑ کر گھر میں پہنچ جاتا ہے۔ اور وہاں پہنچتے ہی رکشا بھی چھوڑ دیتا ہے اسی طرح پکڑنے اور چھوڑنے کے عمل سے وہ اپنی منزل مقصود پر جا پہونچتا ہے۔ پھر آخری سادھن کو بھی چھوڑ کر ہی گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔ گاڑی یا بسوں کے ٹکٹ جن پر اُس نے کافی رقم خرچی ہوتی ہے وہ بھی پھر فضول ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور جیب کا فالتو بوجھ سمجھ کر اُن کو پھینک دیا جاتا ہے۔ لیکن کسی وقت تو اُن کی قدر ہوتی ہے اور اُنھیں سنبھال سنبھال کر رکھا جاتا ہے۔ افسوس! انسانی نسل آج سادھنوں سے چمٹ کر رہ گئی ہے یہی اسکی گراوٹ کا سب سے بڑا کارن ہے۔ یہ ہماری ذہانت کی۔ ہمارے آتم سروپ کی سب سے بڑی ہتک ہے۔ ہم نے تو ان سادھنوں کی مدد سے خود کو پہچاننا تھا۔ لیکن اسے بھول کر سادھنوں کو پوجنے لگ گئے نتیجہ جو نکلا وہ ہمارے سامنے ہی ہے۔

آج سائنس کی ترقی کا یُگ ہے۔ ہر قسم کا علم اور فلسفہ آخری حد تک ترقی کر گیا ہے۔ گیان کی مدد سے انسان

چاند کے سینہ پر جھنڈا گاڑنے کی باتیں سوچ رہا ہے اور ان حالات کے پیش نظر ناممکن بھی نہیں۔ منو وگیان نے انسانی دل و دماغ کی باریکیوں کی انتہائی درجہ تک چھان بین کرلی ہے۔ سنسار میں وگیان، منو وگیان، فلسفہ و دیگر علوم کے ہزاروں کھوجی دن رات محنت کرکے نئی نئی معلومات دریافت کرکے انسان کے گیان میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اور سماج کو مادی اور تمدنی فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ سائنس نے انسانی زندگی کو بہت سکھی بنا دیا ہے۔ کئی خطرناک بیماریوں پر قابو پا لیا ہے۔ انسان نے قدرت کو زیر تو کرلیا۔ لیکن اپنے آپ کو زیر نہیں کرسکا۔

حال ہی میں جرمن فلاسفر ہربرٹ مارکس نے ایک نہایت بلند پایہ کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے آج کے سنسار کی ترقی کے پیچھے جو خطرہ چھپا ہوا ہے اس پر چنتا پرگٹ کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ آج ہر پہلو میں انسان تکنیک (technique) کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔ سب لوٹ کھسوٹ کے قائم نظام کے ساتھ یک جان ہو گئے ہیں۔ لگاؤ رہت ہونے (alienation) کا مادہ جو کہ تبدیلی، انقلاب یا سدھار کا کارن بنتا ہے، وہ ختم ہو گیا ہے۔ مزدوروں کے پاس موٹریں ہیں سندر مکان ہیں۔ سارے آرام حاصل ہیں۔ جتنے ہیں اس سے بھی زیادہ چاہنے لگ گئے ہیں۔ پہلے کارخانوں کے مالک انکی بے چینی یا لوٹ کھسوٹ کا کارن بنے ہوئے تھے اب یہ خود اپنے لئے اپنی بے چینی کا کارن بن گئے ہیں۔ سوویت روس جسے محنت کشوں کی اپنی حکومت کا دیش کہتے ہیں۔ وہاں یہ بے چینی نئے روپ میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ سرکار پچھمی دیشوں کے مقابلہ کی دوڑ میں مزدوروں سے زیادہ کام لیتی ہے۔ یہ تو موجودہ سماج کا ایک پہلو ہوا۔

دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اس کی چھان بین کرتے ہوئے مارکس لکھتا ہے کہ کام بھاؤنا جو انسانی جیون میں ترقی اور حرکت کا ابتدائی سرچشمہ ہے۔ جس نے انسانی نسل کو موجودہ ترقی تک پہنچایا ہے اس کے کام کاج کا میدان محدود ہو گیا ہے۔ اسی کارن کام بھاونا کا ستھانی کرن (localisation) ہو گیا ہے۔ اسکی جگہ جنسیات (sex) اور اس کی ترپتی نے لے لی ہے۔ مارکس کے خیال میں پچھم کا سماج جنسیات کے معاملہ میں جتنا آزاد ہو رہا ہے اتنا ہی سچی کام بھاونا کی ترپتی سے دور جا رہا ہے۔ کام بھاؤنا سارے چراچر جگت میں پھیلنے کی بجائے انسان کی کام اندری میں محدود ہو گئی ہے، اسی کو ترپت کرنے کے لئے یہ سماج ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما، ساہتیہ، سندر کپڑے اور سنگار کے سادھنوں کا بڑے پیمانے پر اور اوچھا بدھ ڈھنگ سے استعمال کر رہا ہے ان سب سے کامکتا میں اضافہ ہو رہا ہے اور پچھمی لوگ اسے آزادی، اُدارتا وغیرہ کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ بھوگ سے متعلقہ کامکتا کا میدان جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے اصلی کام بھاونا کا میدان جو دوسرے دماغی اور تمدنی ذرائع کی صورت میں پرگٹ ہو سکتا تھا سکڑتا جا رہا ہے۔ کام بھاونا دونوں راستوں سے پرگٹ ہو سکتی ہے کامکتا کے راستے سے بھی اور اُداتی کرن (sublimation) کے راستے سے بھی جب یہ کامکتا کے راستہ سے پرگٹ ہوتی ہے تو اُداتی کرن کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اداتی کرن کی ہوئی (sublimated) کام بھاونا ہی حرکت، ترقی، انقلاب، جدوجہد اور مزاحمت کی بنیاد ہے جن کے کارن انسانی نسل اصلی معنوں میں ترقی کرتی ہے۔"

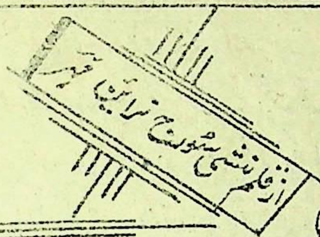
موجودہ سماج کا جو تجزیہ ہربرٹ مارکس نے کیا ہے وہ بالکل صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اُسکی یہ وگیا نک چھان بین پچھمی سماج کے بارے ہے جسکی نقل اُتارنے کیلئے ہمارا بھارتی سماج سر کے بل بھاگا ہوا ہے۔ اگر کوئی بھارتی فلاسفر یا وِدوان ایسے خیالات کا اظہار کرتا تو شاید اُسے پچھڑا ہُوا یا تنگ وِچاروں کا کہا جاتا۔ لیکن یہ وِچار ایک ایسے وِدوان کے ہیں جس نے اپنے سماج کو بہت نزدیک سے دیکھا اور سمجھا ہے۔ وہ ایک طرح سے ہمیں اُس آنے والے خطرہ سے آگاہ کر رہا ہے جسکی شروعات ہمارے دیش میں کافی عرصہ پہلے سے ہو چکی ہیں۔ ہربرٹ مارکس کے وِچار گو ہمارے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہیں ہمارے رِشی مُنی۔ مہاپُرش۔ گورو اور مہاتما لوگ انہیں باتوں کو کافی عرصہ پہلے کہہ گئے ہیں۔ گو اُنکا طرز بیان الگ تھا۔ مارکس کے وِچار پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جو نتیجہ اپنے تجربات کے آدھار پر ہمارے دیش کے مہاپُرش نکال گئے ہیں اُسی نتیجہ پر آج پچھم کے فلاسفر اور وِدوان پہنچ رہے ہیں۔

جرمن فلاسفر کے مندرجہ بالا سارے وِچاروں میں دو ہی ٹھوس باتیں ہیں جسکی طرف وہ ہماری توجہ دلانا چاہتا ہے پہلی بات ہے "لگاؤ رہت ہونا" (alienation) دوسری بات ہے۔ کام بھاؤنا کو کلیان کاری بنا کر اپنے اور سماج کے بھلے کے لئے استعمال کرنا۔ جبتک ہم سماج کی دھارا میں خود بہے جا رہے ہیں ہم اُسکے سُدھار کے بارے میں کچھ نہیں سوچ سکتے۔ جو آدمی ریل گاڑی یا بس میں سوار ہے۔ اُسکو ارد گرد کی ساری دُنیا بھی بھاگتی ہوئی نظر آئے گی۔ جو کہ اصلیت نہیں ہے۔ بھرم ہے۔ لیکن جو آدمی باہر دھرتی پر ستھر کھڑا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ باقی سب چیزیں ٹھہراؤ کی حالت میں ہیں۔ صرف بس یا گاڑی بھاگ رہی ہے۔ وہ اصلیت کو دیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ الگ ہو کر کھڑا ہے بس یا گاڑی میں سوار نہیں۔ اگر سماج میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے تو اس سے خود کو نکال کر۔ لگاؤ رہت ہو کر سوچنا وِچارنا پڑیگا اور پھر اُس سوچ وِچار کو آدھار بنا کر عملی کام کرنا پڑیگا۔ پہلے لگاؤ رہت یا نرلیپ (alienate) ہونا ضروری ہے۔ دوسری بات ہی کہ کام کے جذبہ کو بھی اور سماج کی ترقی کے لئے کام میں لانا۔ پچھلے صفحات میں اس موضوع پر کافی کچھ عرض کیا جا چُکا ہے۔ کام کا وِشال ارتھ سنکلپ یا واسنا ہے جو کہ سنسار میں ایک بڑی شکتی ہے اپنے سنکلپ کو ہی موڑ کر ایک آدمی اچھا سائنسدان۔ مہان فلاسفر یا وِدوان بن سکتا ہے۔ یہ سب ملکر سماج کو ترقی کی چوٹی تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہ ترقی ہوتی ہوئی آج کے یُگ میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر آج سارا سنسار اپنے آپکو کام بھوگ (کام اندری سے متعلقہ) میں ہی لگا دیوے تو سنسار کی سب ترقی ٹھپ ہو جاوے اور ہم واپس جنگل کی تہذیب کی طرف چل پڑیں۔ اسی لئے مہاپُرش ہمیں اس خطرہ سے خبردار کرتے ہیں۔ 'نام مارگ'، یا رُوحانیت میں بھی یہ پہلا اُصول ہے۔ جیسے کبیر صاحب فرماتے ہیں۔

جہاں کام تہاں نام نہیں۔ جہاں نام نہیں کام
کہہ کبیر دوئے نہ بسیں روی رجنی اِک ٹھام

"جہاں پر کام کا جذبہ ہے۔ وہاں روحانیت نہیں اور جہاں رُوحانیت ہے وہاں کام کا جذبہ نہیں جس طرح کہ سورج اور اندھیرا اکٹھے ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔"

"یہاں پر 'کام'، سے کبیر صاحب کی مُراد دُنیاوی خواہشات ہیں جو کہ ہمیں روحانیت سے گراتی ہیں۔ پرمارتھ کیلئے رُچی رکھنا اور موکش کیلئے کوشاں ہونا بھی تو کسی سنکلپ یا کامنا کے تحت ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی 'کام' ہے لیکن ستوگُنی رُوپ میں۔ کام کو کام



چہل درویش

سلسلہ کیلئے ماہ مارچ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں،،

(گیان دھیان کی کہانیوں کا مجموعہ)

دوسرے سادھو کی کہانی،، رنج کی زندگی میں دنیا کی بے ثباتی

گر بس چلے تو آج ہی دنیا کو چھوڑ دوں
میں اس سے کب خیال میں منہ موڑتا نہیں
وہ ہی مثل ہے چھوڑ دوں کمبل کو میں ابھی
کمبل ہی کیا کروں کہ مجھے چھوڑتا نہیں

انہیں بڈھے سادھوؤں میں سے جو نیتا نند کو جوش محبت سے آب دیدہ دیکھکر خود بھی آب دیدہ ہو گئے تھے۔ ایک شخص کہنے لگا۔ مہاراج میری زندگی نیتانند کی زندگی کے بالکل برعکس گذری ہے۔ لیکن چونکہ اس کا سبق نتیجے سے خالی نہیں ہے۔ اس وجہ سے خود جرأت کرکے بیان کرتا ہوں۔ نیتا نند ایک مالدار ساہو کا لڑکا تھا ہے۔ اسی نے بڑے لاڈ چاؤ کے ساتھ پرورش پائی۔ ماں۔ باپ۔ گورو۔ بیوی بچے سب نیک تھے۔ مال و دولت۔ عزت و شہرت سب نصیب تھی۔ ساتھ ہی اچھے کاموں میں شروع سے رغبت تھی۔ اور سچا شاستر پڑھا تھا۔ زلزلے کے جان خراش مناظر سے ایسی نیک طبائع والے آدمیوں کو اگر دنیا سے نفرت پیدا ہو جائے۔ تو کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ انہوں نے دنیا میں سکھ اور بھلائی دیکھی ہے۔ دکھ اور برائی نہیں دیکھی۔ برائی دیکھکر دنیا سے دل بیزار ہو جاتا ہے۔ اور دنیا اور خیال دنیا کو چھوڑ کر فکر عقبیٰ کرنے لگتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ کانگڑے کا زلزلہ اور بھی ہزاروں آدمیوں نے دیکھا تھا ان میں سے کون کون دنیا کو چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ انکے لئے دنیا ویسی ہی میٹھی ہے اور وہ اسی طرح اس پر فدا ہیں۔ میرا شمار بھی اسی قسم کے آدمیوں میں ہے۔ جو روز دنیا کی تکلیفیں سہتے ہیں۔ دکھ درد اٹھاتے ہیں لیکن انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ کچھ فکر عقبیٰ بھی کرنا چاہئے۔ تمام عمر زبان شکایتیں کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہمیں دنیا میں بڑا دکھ ہے۔ مگر یہ دنیا کے کتے اسی طرح لکڑیاں کھاتے ہیں اور دنیا کے ٹکڑے نہیں چھوڑتے۔ میرا بچپن تکلیف میں گذرا۔ جوانی تکلیف میں گذری۔ پیری تکلیف میں گذری۔ لیکن پچپن برس کی عمر تک مجھے بھول کر بھی خیال نہیں آیا۔ کہ فکر دنیا کے سوا کچھ اور بھی کرنا ہے۔ میں نتیانند کی طرح اپنے ماں باپ بیوی۔ بچوں۔ عزیز و اقارب اور دوست آشناؤں کو محبت کے ساتھ یاد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں نے دنیا میں جہاں دیکھی ہے دغا دیکھی ہے۔ بیوفائی دیکھی ہے۔ برائی دیکھی ہے۔ اور اگر زبردستی مار پیٹ کر مجھے گھر سے نہ نکالا جاتا تو میں شاید وہیں پڑا ہوا اسی طرح جوتیاں کھاتا رہتا۔ نہ میں نے شاستر پڑھا تھا نہ ست سنگ کیا تھا۔ غرض میری کہانی عام آدمیوں کی زندگی کی کہانی ہے۔ اس وجہ سے سننے کے لائق ہے۔

میرا نام کالو رام ہے۔ اور بنارس کے ایک ٹھٹیرے کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ ایک بہت ہی کم حیثیت دوکاندار تھا اور بڑا سخت بے ایمان۔ پرانے برتن خریدتا اور نئے کرکے بیچا کرتا تھا۔ اس کے پاس خریدنے کے بٹ اور تھے اور بیچنے کے اور۔ اس پر تماشا یہ کہ لوگوں کو ٹھگ کر فخر کیا کرتا تھا۔ اور گھر پر آکر نہایت فخر و ناز سے کہا کرتا تھا۔ آج اتنا روپیہ کمایا۔ اور آج اتنے آدمیوں کو دھوکا دیا۔ ایسی بے ایمانی کی دوکانداری میں خیر و برکت کیا ہوتی تھی۔ ہمارا گذارا مشکل سے ہوا کرتا تھا۔ ماں اور باپ کی اکثر تکرار کیا جوتی پیزار ہوا کرتی تھی۔ میں نے کئی دفعہ اپنی ماں کو پٹتے اور مار کھاتے دیکھا اور حقیقت میں وہ تھی بھی اسی لائق ایسی زبان دراز تلخ مزاج عورت میں نے اپنی بیوی کے سوا اور کوئی نہیں دیکھی۔

ایسی بدمزاج اَن پڑھ اور جاہل ماں باپ کے گھر بچوں کی بڑی شامت رہتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر کبھی ماں اور کبھی باپ مجھے اس بیدردی سے مارتے تھے کہ میں بلبلا اٹھتا تھا۔ ایک دن باپ نے پانی مانگا۔ میں دوڑ کر گلاس لایا۔ اتفاق سے پاؤں پھسلا۔ تو میں منہ کے بل گر پڑا۔ بجائے اس کے کہ والد صاحب مجھے سنبھالتے اٹھ کر وہ مکّے اور لاتیں مجھے ماریں کہ میں روتا روتا دیوانہ ہو گیا۔ ایک روز ماں نے بازار میں ترکاری خریدنے بھیجا۔ آخر بازار میں آتے جاتے کچھ دیر لگتی ہے۔ گھر آیا تو ماں نے بیلن اٹھا کر اور مار مار کر مجھے سجا دیا۔ یہ دو مثالیں میں نے تمثیلاً دی ہیں۔ تقریباً میں روزمرہ ہی پٹتا تھا۔ اور سخت کلامی اور گالیاں تو معمولی باتیں تھیں۔ ان باتوں سے کیا تعجب ہے۔ اگر میرا مزاج چڑچڑا اور خفقانی ہو گیا۔ اور مجھے نہ گالیوں کی پروا رہی۔ نہ مار پیٹ کی۔

سات آٹھ سال کی عمر تک میں گلیوں میں آوارہ پھرا کرتا تھا۔ اپنے ہم عمروں سے میں نے کھیل بھی سیکھے اور جھوٹ بولنا اور مغلظ گالیاں بھی۔ مجھے اخلاق اور علم کی تعلیم کون دیتا۔ ماں باپ کے پاس سوا برا بھلا کہنے اور مار پیٹ کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔ میں شاید باپ کی دکان پر بیٹھتا۔ اور اس سے کم تولنا اور لوگوں کو ٹھگنا سیکھتا۔ مگر ایک اتفاق پیش آیا۔ اور اس سے میری زندگی بدل گئی۔ آٹھ سال کی عمر میں ہمارے گھر ہماری بیوہ موسی مہمان آئی۔ اس نے مجھے دیکھا۔ پرانے میلے کپڑے بدن پر میل جما ہوا۔ چہرے پر پھٹکار برستی ہوئی۔ اپنی بہن سے بولی۔ جی جی کالو کو کبھی نہلاتی کپڑے نہیں بدلتی۔ ماں چوکے میں بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھی۔ اس نے کہا ہاں تو پوچھو اسی سے۔ میں کپڑے بدلتی ہوں اور یہ گلیوں میں جاکر ایک منٹ میں کیچڑ کر لاتا ہے۔ کیوں رے کالو تو کب نہایا تھا۔ اور کپڑے بدلے تھے۔ حق یہ ہے مجھے یاد بھی نہیں تھا۔ کہ میں کس روز نہایا تھا۔ لیکن سچی بات کہتا تو ماں کے پاس بیلن رکھا تھا اور مجھے پہلی مار بخوبی یاد تھی۔ میں نے کہا موسی! ماں تو نہلاتی اور کپڑے بدلتی رہتی ہے۔ ہمارے محلے میں خاک بہت اڑتی ہے۔ میلے جلدی ہو جاتے ہیں۔ خیر موسی نے مجھے نہلایا۔ بالوں میں تیل ڈال کر شانہ کیا۔ کپڑے بدلے۔ اور میری صورت حیوانوں سے انسانوں کی بنی۔

تھوڑی دیر میں باپ دکان سے آیا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔ اوہو۔ آج کیا بڑا تیوہار ہے۔ جو کالو آدمی بنے بیٹھے ہیں۔ موسی یہ سن کر ہنسنے لگی۔ اور بولی جیجا۔ کالو اب بڑا ہو گیا ہے۔ اسے مدرسے میں داخل کیوں نہیں کرا دیتے۔ باپ نے کہا۔ پیاری کالو دکان کا کام سیکھے گا۔ مدرسوں میں امیروں کے لڑکے پڑھا کرتے ہیں۔ بھلا ہم غریب فیس۔ کتابوں کا خرچ اور اوپر کا خرچ کہاں برداشت کر سکتے ہیں۔ موسی نے کہا۔ جیجا پانچ چھ سال تو کچھ زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ تم اسے کل ہی مدرسے میں بٹھا دو۔

جب بڑی جماعتوں میں پہنچے گا۔ اُس وقت بیشک خرچ بڑھے گا۔ سو پرمیشور دینے والا ہے۔ جو کچھ ہو سکے گا میں بھی مدد کرتی رہوں گی۔ کیونکہ اس کے سوا میرا اور کون ہے۔ موسی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ہاں پڑھے لکھے گھرانے میں بیاہی گئی تھی۔ اور خاوند ایک مکان اس کے نام چھوڑ مرا تھا۔ اس کا دس بارہ روپے ماہوار کرایہ آتا تھا۔ خرچ کے کفیل گھر والے تھے۔ کچھ زیور پاس تھا۔ میرے ماں اور باپ دونوں کی اس زیور اور مکان پر نگاہ تھی اور وہ چاہتے تھے کہ میرے بہانے سے دونوں چیزیں انہیں مل جائیں ؛

دوسرے روز موسی نے چار روپے میرے والد کو دیئے۔ چنانچہ میرے لئے کپڑا بنوایا گیا۔ اور کتابیں تختی اور سلیٹ خریدی گئی اور میں مدرسے میں داخل ہوا۔ موسی پڑھی ہوئی تھی۔ کچھ اس نے مجھے پڑھایا۔ کچھ میں نے مدرسے میں پڑھا۔ تین مہینے کے بعد مجھے دوسری جماعت میں ترقی مل گئی۔ اس عرصہ میں موسی اپنی سسرال چلی گئی۔ جب تک وہ رہی۔ ہمارے گھر میں شانتی رہی۔ لیکن اسکے جاتے ہی وہی کلیش کی زندگی پھر شروع ہو گئی۔ ایک دن میں اور میرا باپ دونوں چوکے میں کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ اتفاق سے دال میں نمک زیادہ تھا۔ باپ نے ایک مرتبہ ہی جھنجلا کر کہا۔ آج پھر دال میں نمک زہر کر دیا! اری پاپن تو مجھے زہر دیکر مار ہی کیوں نہیں ڈالتی۔ ماں کو کہاں تاب تھی وہ بولی پاپن تیری ماں۔ پاپن تیری بہن۔ نمک وَمک کیا تمہیں کھوبان کے مزے پڑے ہوئے ہیں۔ تمہارے کالو وہی لے آ۔ میں دوڑا دوڑا باہر گیا۔ اس عرصہ میں لڑائی کی آگ خوب تیز ہو گئی تھی۔ اور شاید تمام محلہ میری ماں اور باپ کی شیریں کلامی کو سن رہا تھا۔ ذہن میں باپ نے نمک اور مرچیں خود ملائیں۔ کہ میری پاپن ماں کہیں اسے بھی کھانے کے ناقابل نہ بنا دے۔

میں مدرسے میں پڑھتا اور گھر پر چھوٹے موٹے قصوروں پر پٹتا رہا۔ اور اس طرح پانچویں جماعت میں پہنچا۔ اب میری عمر کوئی بارہ برس کی ہو گئی۔ میرے ماں باپ کو یہ فکر ہوا کہ اس کی شادی کا فکر کرنا چاہئے۔ شنکر ناتھ جو مجھے انگریزی پڑھاتے تھے۔ وہ ہمارے ہی محلے میں رہتے تھے۔ اور انکی میرے والد سے بھی ملاقات تھی۔ انہوں نے بھی شادی کا تذکرہ سنا اور ایک روز میرے والد سے کہنے لگے۔ تم جو روپیہ اس کی شادی پر خرچنا چاہتے ہو۔ وہ اس کی تعلیم پر کیوں نہیں خرچ کرتے تاکہ یہ لائق و فائق آدمی بن جائے۔ اور آئندہ فارغ البالی سے زندگی بسر کر سکے لیکن باپ نے انکی ایک نہیں سنی۔ کہا تو یہی کہا۔ کہ برادری میں بھی ناک رکھنی ہے۔ لڑکا بڑا ہو گیا۔ تو اسکی شادی کون کرے گا۔

مہاراج! میری تعلیم کا تو یہ حال تھا۔ کہ جس روز فیس دینے کا وقت ہوتا تھا۔ یا جس روز کتابیں خریدنی پڑتی تھیں ضرور گھر میں کلیش ہوتا تھا۔ اور مجھے سخت و سست سننا یا اکثر پٹنا پڑتا تھا لیکن انہیں ماں باپ نے میری شادی کے لئے کچھ تو روپیہ جمع کر رکھا تھا اور کچھ قرض لیا۔ اور شادی حیثیت سے بڑھ کر کی۔ خوب دھوم کی دعوت ہوئی۔ خوب دھوم کی برات چڑھی۔ کپڑے اور زیور بنے۔ غرض جو کام تھا حیثیت سے بڑھ کر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرض کی ایک رقم کثیر ہمارے سر پر چڑھ گئی! اور اس کا خمیازہ آخر مجھے کھینچنا پڑا۔ میں مڈل کی تیسری جماعت پڑھتا تھا۔ کہ باپ نے روز مجھ سے کہنا شروع کیا۔ اب تو کہیں نوکری چاکری کر۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں ہے جو تجھے آگے پڑھاؤں۔ دکان پر بیٹھتا تو آج خاصہ کمانے لگتا۔ بابو صاحب کا کپڑے اور کتابوں کا خرچ مجھے دم نہیں لینے دیتا۔ پھر دو تین روپیہ مہینے کے مہینے فیس کے چاہئیں۔ اتنا روپیہ آئے تو کہاں

کے گھر سے آئے۔ روز کی اس دانتا کل کل سے میری جان سخت عذاب میں آگئی تھی۔

میں نے جوں توں تنگ آمدہ و سخت آمد کچھ دن گھر پر کاٹے۔ پھر گرمی کی تعطیل میں موسی کے پاس لکھنؤ چلا گیا۔ جانے سے پہلے میرے لالچ خور ماں باپ نے مجھے سمجھایا تھا۔ کہ موسی سے بڑی محبت کے ساتھ ملنا۔ اس کے پاس روپیہ اور زیور بھی ہے۔ اور ایک مکان دو ڈھائی ہزار کا اس کے نام ہے۔ مجھے زیور اور مکان کا تو چنداں خیال نہ تھا۔ لیکن یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح دو تین سال میری آئندہ پڑھائی کا انتظام ہو جائے۔ تاکہ میری عمر ہی ضائع نہ جائے۔ موسی غریب حقیقت میں مجھ سے اُنس رکھتی تھی۔ اور مجھے اپنا بیٹا جانتی تھی۔ میں نے لکھنؤ جاکر اسے تمام حال سُنایا۔ کہ ماں باپ اس طرح میرا ناس مارا چاہتے ہیں۔ تم بنارس چلو اور مجھے بچاؤ۔

وہاں لکھنؤ میں موسی کے گھر جھگڑا پڑ رہا تھا۔ باعث فساد زر۔ زمین۔ زن ہیں۔ ان میں سے موسی کے پاس زر بھی تھا۔ اور زمین یعنی مکان بھی۔ خاوند کے رشتہ دار چاہتے تھے۔ کہ مکان خود ہتھیا لیں۔ موسی نے میرا جانا غنیمت سمجھا۔ اس کے متوفی خاوند کا ایک دوست وکیل تھا۔ اُس کی معرفت لکھنؤ کا مکان دو ہزار روپے کو انہیں رشتہ داروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور آئندہ تمام جھگڑوں کا تصفیہ ہُوا۔ اسی دو ہزار روپئے سے ایک مکان بنارس میں خرید کر میرے نام کرا دیا۔ لیکن تاحین حیات موسی کے مجھے اس پر کچھ استحقاق نہ تھا۔ روپیہ بھی اسی انتظام سے بنک میں جمع کرا دیا۔ یہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ صرف ایک ہزار تھا۔

(باقی پھر)

اوم اوم

گوبند سندیش

برہم نشٹھی برہم شروتری شری ۵۵ سوامی گوبند ہری جی مہاراج۔ پردھان ادھیکش شری بھگوان بھون رشی کیش کی پوتر وچار دھارا:

از قلم شری نندلال ایم اے

ویراگ

پچھلے دو مضامین میں تمیز حق و باطل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس سے آپ کو اس کا صحیح روپ سمجھ آگیا ہوگا۔ اب وویک کے عملی پہلو ویراگ کا واستوک چتر آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے وویک کے بعد ویراگ ہوتا ہے۔ حقیقی ویراگ کی اُپج وویک سے ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ تمیز حق و باطل یعنی عقل سلیم سے تمام اشیاء کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ سچ اور جھوٹ۔ فانی و لافانی اور اصل اور نقل کی تمیز ہو جاتی ہے۔ وِشئے بھوگ، عیش و عشرت، اسم و صورت کی کشش، ظاہری شان و شوکت اور نامُوری و مان پرتشٹھا جنہوں نے تمام لوگوں کو اپنا شیدا بنا رکھا ہے اور ان کے حصُول کے لئے انسان صبح سے لیکر شام تک کولھو کے بیل کی طرح مارا مارا پھر رہا ہے۔ وویکی جس کی چشم بصیرت وا ہو چکی ہے اور جو عقل سلیم کے زیور سے مزین ہے، انہیں ہیچ

اور نا چیز سمجھتا ہے۔ اسکی نظر میں نہ صرف اس لوک کی جاہ و حشمت اور مسرت و عشرت بلکہ سورگ لوک اور برہم لوک تک کے وشئے سکھ گھاس کے تنکے کے سمان ہو جاتے ہیں۔ اُسکے سامنے اُن کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ وہ انہیں اپنے نصب العین کے حصول کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ مانتا ہے۔ اور اُن سے رہائی اور انکی الفت سے کنارہ کشی میں ہی اپنی بھلائی اور بہتری جانتا ہے۔ اس کی نظر میں حقیقی مسرت کا راز حواس خمسہ کی حدود کو پار کرنے میں ہی پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی اُتم درشٹی کا نام ویراگ ہے۔

جگت گورو شنکر آچاریہ جی نے وویک چوڑامنی میں ویراگ کی تعریف مذکورہ وچار کے مطابق ان شبدوں میں کی ہے۔

तद्वैराग्यं जुगुप्सा या दर्शन श्रवणादिभि ।
देहादि ब्रह्म पर्यन्ते ह्यनित्ये भोगवस्तुनि ॥

"درشن اور شرون آدی کے دوارہ اس شریر سے لیکر برہم لوک پریّنت سمپورن بھوگ پدارتھوں میں جو گھرنا بدھی ہے۔ وہی ویراگ ہے۔"

بھگوان رام نے لکشمن جی کو ویراگ کا جو اپدیش دیا ہے۔ وہ رامائن میں ایسے ورنن کیا گیا ہے۔

"کہئے تات سو پرم ویراگی"
ترن سم سدھی تین گن تیاگی

اب پرم ویراگی کی اوستھا ملاحظہ فرمایئے۔ پہلے کانوں سے اچھے اچھے گانے اور راگ سننے۔ آنکھوں سے سندر سندر روپ دیکھنے۔ اور زبان سے لذیذ لذیذ ذائقے چکھنے میں آنند آتا تھا۔ لیکن پرم ویراگی کو اب وہ سب بے معنی اور پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ جسم کے بناؤ سنگار میں جو خاص شوق تھا۔ وہ اب جاتا رہا ہے۔ سب پرکار کے بھوگ پدارتھوں میں کسی قسم کی رُچی نہیں رہی۔

بقول مولانا جامی از لوائح جامی۔ ؎

"آہنگ جمال جاودانی دارم حسنی کہ نہ جاودان ازو بیزارم"

یعنی "مجھے لافانی حسن و جمال کے دیدار کی تمنا ہے۔ وہ حسن اور وہ تمام ظاہری کشش جو کہ فانی اور تغیر پذیر ہے۔ اس سے میں بیزار ہوں۔

بمطابق مثنوی مولانا روم۔ ؎

باز ہستی جہان حسن و رنگ — تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ
علت تنگی ست ترکیب و عدد — جانب ترکیب حس ہا مے کشد
زاں سوئے حس عالم ترکیب داں — گر یکے خواہی بداں جانب براں"

یعنی = "پھر عالم حسن و رنگ کی ہستی ایسی تنگ نکلی کہ گویا وہ ایک تنگ قید خانہ ہے اور اس تنگی کا باعث اُس کا [illegible]

صورت کا پھیلاؤ یعنی نام روپ پرپنچ ہے۔ جس کی کشش انسان کے حواس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ لیکن اے انسان تو اس حقیقت کو جان لے کہ عالم تو حیوان حسیات (اندریوں کے بھوگ پدارتھوں) کے دوسری جانب ہے اگر تو ذات واحد کو چاہتا ہے۔ تو ان حسیات کی حدود سے نکل جا۔"

سچ مچ حسیات کی حدود یعنی اندریوں کے وشے بھوگوں کا پھنساؤ راہ معرفت میں زبردست رکاوٹ ہے ان میں پھنسا ہوا انسان خود شناسی کی نعمت سے دائماً محروم رہ جاتا ہے۔ جوں جوں وشے بھوگوں میں رغبت بڑھتی جاتی ہے۔ توں توں اُن کی حرص اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ خواہشات کا پھیلاؤ ہوجاتا ہے۔ اور ان میں اُلجھا ہوا انسان جنم مرن کے چکر سے رہائی نہیں پا سکتا۔ انکا پھنساؤ ایک ایسے گھنے جنگل کی طرح ہے۔ جس میں چاروں طرف تاریکی چھائی ہو، نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ اس میں پھنسا ہوا انسان جیسے بھٹک بھٹک کر دم توڑ دیتا ہے۔ یہی حال خواہشات میں گرفتاری کا ہے۔ اس لئے عارفان کامل اور صوفیائے کرام نے اس وہم و خیال کے جال سے بچنے کے لئے انسان کو خبردار کیا ہے۔ "بقول حضرت سرمد از رباعیات سرمد" ؎

از وہم و خیال و فکر دنیا بگذر — چوں باد صبا از باغ و صحرا بگذر
دیوانہ مشو برنگ و بوئی گل و مُل — ہشیار بشو ازیں ہوا ہا بگذر

یعنی اے انسان۔ ہاں وہم و خیال و فکر دنیا سے گزر۔ مانند صبا تو باغ و صحرا سے گذر
دیوانہ رنگ و بو سے گل ہو نہ کبھی۔ آہوش میں اس حرص و تمنا سے گزر

بھرتری ویراگ شتک میں بھرتری جی نے بھی اپنے من کو وشے بھوگوں سے بچنے کیلئے ان شبدوں میں چتاونی دی ہے۔ ؎

سگل بھوگ بھو ہیتو من — چپل سروش سشوک
تاں تج بھوگی جنوں بُت — گورو شرتی پنتھ ولوک

"اے من سنسار کے وشے بھوگ چنچل یعنی اک رس نہ رہنے والے اور مالشک برتیوں کو پریشان کرنے والے ہیں یہ کئی قسم کی خامیوں سے پُر ہیں اور انبار غم و اندوہ ہیں اس لئے تو ان سے بچ اور ساتھ ہی وشے بھوگوں کے دیوانے انسانوں کی سنگت سے بھی گریز کر ست شاستر اور گورو جنوں کے بنائے ہوئے مارگ پر چلکر اپنے جیون کو سپھل بنا۔"

بقول مہاتما دیسراج جی۔ ؎

ترنا اس سنسار سے بنا ویراگیہ نہیں ہوئے — بناں جہاز سمندر جیوں پار پرت نہیں کوئے
پار پرت نہیں کوئے بیچ جن غوطے کھاوے — لو بھ لہر میں پرے کبھی اردھ کبھی سدھاوے
دیسراج سب چھوڑ پڑو گور کھسوٹ سرنا — بناں ویراگیہ جہاز کبھی بھو ہوئے نہ ترنا

سنسار سے پار ہونے کے لئے ویراگیہ کو جہاز اور گورو کو ملاح کے روپ میں بتایا گیا ہے۔"

اوم شم

اوم

خواہشات نفسانی کا قلع قمع کر کے ہی ہم شکتی کو پراپت کر سکتے ہیں

اوم

شری لابھ چند کوہلی

آج کے زمانہ میں جو کہ ایٹم اور ہائیڈروجن بم کا زمانہ ہے۔ انسان چاند تک پہونچنے میں کامیاب ہو چکا ہے لیکن باوجود اس قدر ترقی یافتہ ہونے کے ہم ایشور کو بالکل بھول چکے ہیں اور طرح طرح کی ذہنی و جسمانی تکالیف میں مبتلا ہو کر سکونِ قلب کو کھو چکے ہیں۔ پرماتما جس نے ہمیں منش یعنی اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا اور یہاں ہمارے لئے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں۔ ہمیں ہر وقت اُس میں ہی من لگانا چاہئے۔ کیونکہ ایشور بھکتی سے ہی من پوتر ہوتا ہے۔ اور انسان کو تکالیف سے نجات ملتی ہے۔ من کی شانتی ہی سورگ ہے جبکہ من کی اشانتی نرک سے بھی بدتر ہے۔

آبادی کا دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنا ثابت کرتا ہے کہ ہم وشے بھوگوں کی طرف زیادہ کھچے ہوئے ہیں اور اپنے چال چلن سے گر چکے ہیں۔ اسی وجہ سے طرح طرح کے دکھ اُٹھا رہے ہیں۔ اور اپنی عاقبت کو بھی بگاڑ لیا ہے۔

واجب تو یہ ہے کہ ہم اپنے من کو ناشوان اشیا سے ہٹا کر پرماتما سے لگائیں۔ تاکہ ہماری عاقبت سُدھر سکے آج کے زمانہ میں ہم نے اپنی خواہشات کو اسقدر بڑھا لیا ہے کہ جس کا کوئی انت ہی نہیں ہے اور یہی ہمارے سارے دُکھوں کا سب سے بڑا کارن ہے۔ اگر ہم خواہشات نفسانی پر قابو پالیں یعنی وشے وکاروں کا تیاگ کر دیں تبھی ہمارے من کو شانتی پراپت ہو سکتی ہے۔

(لابھ چند کوہلی)

گزشتہ سے پیوستہ ،، بقیہ غم کی دوائی ،، شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

وچار بلبل

(دیکھو پرچہ اپریل سنہ ۷۰ء)

بلبل جدوں جواب تے غور کیتا بولی وچار کے شانت دی ریت لوکو ۔ جے میں جاندی کلیں ایہہ نہیں رہنا کاہنوں ایس نوں دیوندی چیت لوکو
ایس نال جھلی آں ہور نہ کھلیا سے لائی غیر دے نال پریت لوکو ۔ جس بچیا پالیا کری راکھی سوئی توڑ کے لے گیا میت لوکو
کچی تریح کمایا ناں اپنے بیٹھی آ کے ریت دی بھیت لوکو ۔ مال غیر دے نوں اپنا جانیا میں کیتی آپ میں بات اتیت لوکو
جیکر یاد سی پھل نوں توڑ لینا کاہنوں گاوندی ایس تے گیت لوکو ۔ اگے کدی بھی دھوکا نہ کھاوساں گی جیہڑی گئی سو گئی ہے بیت لوکو

(۲)

پھیر سوچ کر کے بلبل وچ دل دے آکھے غضب کیتا اپنے نال لوکو ۔ دست غیر اتے دعویٰ کیا جھوٹا ناہیں حال تے ہوئی بے حال لوکو
کیسے ہوندا دوس نہیں ذرا دسدا چلی آپ اولڑی چال لوکو ۔ ڈانگوں پروانے شمع پھل اتے بیٹھی تن تے من نوں جال لوکو
سچ بھانیاں جھوٹھ نوں نال غلطی چلی آپ موتڑا بال لوکو ۔ بھل گئی انجان ہے ایس بدلے ہے سال عالم خالی ذات زال لوکو
پھل پھل گیا جدوں ہوش آئی کھل گیا سارا دل پر حال لوکو ۔ جس نوں سمجھیا سی پیارا آپنا میں میرے واسطے ہی اوہ تاں کال لوکو

(۳)

بلبل پھیر وچار کے بول اٹھی آکھے کراں کی حال بیان لوکو ۔ لا کے پریت اتیت تباہ ہوئی نہیں سوچیا نفع نقصان لوکو
باغ ایس جہان دا جھوٹھ سارا جھوٹے پھل جھوٹا ایس دا شان لوکو ۔ صبح دسدے نے کھڑے وچ گلشن شام رہے نہ نام نشان لوکو
ولی پیر پیغمبر اوتار سارے رہیا کوئی نہ وچ جہان لوکو ۔ بھیم ارجن سکندر تے گئے دارا سلیمان سمیت لقمان لوکو
جیہناں کال نوں بھی پائے نال بدھا اوہ بھی جگ توں ہوئے روان لوکو ۔ اگے ہوردی سی ہن پئی اپنی کسے وقت جاسی نکل جان لوکو

(۴)

دل آپنے دے وچ پھیر بلبل نال غور دے کرے وچار لوکو ۔ جھوٹھے پھل رہگزر مسافرے تے کیتی بھل ہے جان نثار لوکو
رنگ روپ اس دا سارا خواب سی ہی ہویا پاک اندر اڈن ہار لوکو ۔ بھلی آپ میں دوس کی دیاں کس نوں کیتا جھوٹھ اتے اعتبار لوکو
جگ تماشا والا سارا کھیل ناٹک جھوٹھ مرن جمن جیت ہار لوکو ۔ ست سمجھ کے جھوٹھ نوں پیار پایا ایسے واسطے ہوئی خوار لوکو
تاناں آپنے خیال دا آپ تن کے عقل چھوڑ ہوئی پھسن ہار لوکو ۔ گوبند ناد وچار سے بیٹھ بلبل ندی غماں دی توں ہوئی پار بلبل

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی ؟

اوم　　قسط ۹　　اوم

(مہاتما شو برت لال جی ورمن)

تیسرا پہلو

آپنے دیکھ لیا۔ ورن آشرم بگڑ گیا۔ آپ نے سن لیا کہ زندگی کے چار مدارج کی جڑ کو ہماری قوم کے آدمیوں نے کیسی کیسی شدید ضربیں لگائی ہیں۔ اب ایک اور مسئلہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو صرف ہندوؤں سے مخصوص تھا۔ اور اس کو عزیزوں کی بے سمجھی نے کیسا بگاڑ رکھا ہے۔ ہندوؤں کو لوگ طنزاً "قدامت پرست۔ سلف پرست۔ اوتار پرست اور ورہد پوجا کرنے والے کہا کرتے ہیں۔ یہ الفاظ کراہیت اور نفرت کے لہجہ میں ہمارے قومی مخالفین کی زبانوں پر آتے ہیں۔ لیکن ہم کو برا نہ ماننا چاہئے۔ اگر ہم قدامت پرست نہ ہوں تو اور کون ہو۔ اگر ہم سلف پرست نہ ہوں تو اور کون ہو۔ اگر ہم میں اوتار پرستی نہ ہو۔ تو اور کس میں ہو۔ اگر ہم میں ورہد پوجا نہ کی جاوے تو اور کس قوم میں کی جائے۔ یہ ہماری خصوصیت ہے یہ ہماری قومی شان ہے۔ یہ وصف ہماری اعلیٰ تعریف ہے۔ ہم قدیم ہیں۔ اس لئے قدامت پرستی ہمارا آئین ہے۔ ہم میں ہمیشہ سے پاک جذبات والی روحیں کھیچ کر آتی رہتی ہیں۔ اسلئے ہم اوتار پرست ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اصلی بڑائی کس میں ہوتی ہے۔ اس لئے ہم میں ورہد پوجا کیجاتی ہے۔ جو اوروں کے لئے شرم کی بات ہو۔ وہ ہمارے لئے مبارک۔ نیک اور اچھی سمجھی جاتی رہی ہے۔ دوسرے شرم کریں۔ ہمکو کیوں شرم ہو؟ وہ شرماتے ہیں جو اصلیت کو نہ جانتے ہوئے۔ اس مبارک آئین کو باطل پرستی کا مکروہ رکن تصور کرتے ہیں۔ مگر کسی سچے ہندو سے تو پوچھو۔ کیوں جی! تم اوتاروں کو مانتے ہو۔؟ وہ خوشی سے غرور سے اور ناز سے کہیگا۔ ہاں ہم اوتار کو مانتے ہیں۔ کیوں مانتے ہو؟ کیوں کہ اوتاروں کی بزرگی کے خیال کرنے ہی سے ہم میں نئے نئے انسانیت کے اوصاف اور شرافت کی خوبیاں آجاتی ہیں۔

جو علم الروح اور علم العرفان اور علم الذات کی ماہیت سے ناواقف ہیں۔ اُن سے کہنا سننا کیا ہے۔ وہ بیچارے جانوروں کی طرح پیدا ہوئے۔ کھایا پیا۔ زندگی بھر اندریوں کے غلام بنے رہے۔ موت آئی اور یم کے دوتنا ڈنڈے مار کر لے گئے۔ اُن کو خبر ہی کیا ہے کہ اوتاروں کی تعظیم میں ایک بہت بڑی روحانیت کی تعلیم کا حصہ ہے۔ ان سے کہو۔ مادہ پرستی کی خیرگی بخش روشنی نے تمہاری آنکھوں کو چندھیا دیا ہے۔ تمہاری نگاہ اصلیت کی طرف نہیں جاتی۔ اور اس لئے تم قابل رحم ہو۔ ہم کو اوتار پرست۔ سلف پرست۔ قدامت پرست جو چاہو کہو۔ باولے کی کون سنتا ہے۔ ہم سناتن ہیں۔ ہم ہندو ہیں۔ ہندو تھے اور مرتے دم تک ہندو رہینگے۔ ہڈیاں چاہے ہماری گل جائیں چور چور ہو جائیں۔ اُن کی خاک کو ہوا جا بجا اڑاتی پھرے۔ مگر اُن سے بھی آواز برابر آتی رہے گی۔ کہ "ہم ہندو ہیں۔" جس نے اپنی خصوصیت کا جواب دیدیا۔ وہ کیا کبھی ہندوؤں کے قومی زمرہ میں شراکت کا فخر حاصل کر سکتا ہے؟ ۔۔۔

دھرم کیا ہے؟

دھرم کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ جس کے آر پار رشیوں کی نگاہ نہیں جا سکتی۔ یکش پوچھتا ہے کہ اے یدھسٹر! تو میرے سوال کا جواب دے کہ دھرم کیا ہے؟
اور سنو وہ دھرم راج یدھسٹر جو جیتے جی بہشت کو واصل ہوا تھا۔ یوں جواب دیتا ہے۔

"شرتیوں کے مطالب میں اختلاف ہے۔ سمرتیوں کی مرادوں میں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے کوئی رشی ایسا نہیں ہے جو دوسرے رشی کے خیالات سے متفق ہو۔ دھرم کی اصلیت اس قدر باریک و لطیف ہے اور دھرم اتنا گہرا ہے کہ کسی کو اس کی تھاہ نہیں مل سکتی۔ اس لئے اے یکش! جس راہ سے ہو کر ہمارے بزرگ گذرے ہیں وہی دھرم ہے!"

ہم کو دھرم کی اصلی تعلیم جن بزرگوں سے ملی ہے۔ وہ مریادہ پرشوتم تھے۔ وہ حقیقت طریقت معرفت اور شریعت کی راہ پر گذرے ہیں۔ وہ کوئی معمولی درجہ کے آدمی نہیں تھے۔ جو کچھ ہم نے ان سے دیکھا، ان سے سنا۔ اسی کو دھرم سمجھا اور وہی قدامت سے ہمارا آئین رہا۔

لیکن۔ قبل اس کے کہ ہم ذرا اور آگے بڑھیں اس بات کو بھی یہاں بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہر زمانہ کی ابتدا انتہا یا وسط میں جو مکمل شخصیتیں دنیا میں آتی ہیں۔ وہی اوتار ہیں۔ اور ان ہی سے تعلیم و تعلیم کا زبردست سلسلہ چلتا ہے ڈارون اور ہکسلے کے مدرسوں میں پڑھنے والے کہیں گے کہ انسان کی تمام عقلی ترقی بتدریج پشت ہا پشت کے تجربات مشاہدات تحقیقات اور معائنات کا نتیجہ ہے۔ کسی کسی حصہ میں ہمارا بھی ان کے ساتھ ممکن ہے اتفاق ہو۔ مگر مبصر لوگ اب بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہر زمانہ کی تہذیب میں کچھ اس قسم کی خصوصیتیں تھیں جن کی پیروی اب تک لوگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان پر پیشیدستی یا سبقت لے جانے کا موقع نہیں ملا۔ مثال کے طور پر یونانیوں کے مصوری کا ہنر۔ ہندوؤں کا لطیف فلسفہ چینیوں کی صنعت۔ وغیرہ کو دیکھو۔ اب بھی یوروپ کے علماء ان کے خیال کرنے ہی سے متحیر رہتے ہیں بس اگر ہماری تمام ترقیاں محض ایولیوشن (EVOLUTION) ارتقا کے مقلدین کی رائے کے موافق ہوتیں۔ تو ایسا شاید کبھی ممکن نہیں تھا۔ اس میں کچھ نہ کچھ اسرار ہے۔ اور عقلا اس پر غور کرنے کے لئے مجبور ہیں۔

یہ مکمل شخصیتیں جو کبھی کبھی دنیا میں آتی ہیں اوتار، اور ودیہ کہلاتی ہیں۔ بھگوان کرشن ارجن کو کوروکشیتر کے میدان میں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ — "جب جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے ادھرم بڑھتا ہے۔ اور سنتوں مہاتماؤں پر مصیبتیں آتی ہیں۔ میں جنم دھارن کیا کرتا ہوں۔"

یہ اوتار کہلاتے ہیں۔ یہ سرشٹی کے منزلوں کے ستون ہیں۔ جن کو دیکھ کر منزل پر چلنے والے مسافروں کو قرار آجاتا ہے۔ اور وہ ان کی نظیر و مثال سے سبق لے کر آگے کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔"

اوتاروں کی عزت کرنا ہندوؤں کا سناتن سے قومی خاصہ رہا ہے۔ اوتار پرستی کے کئی سبب ہیں۔ پہلا سبب تو اوپر بیان کر دیا گیا۔ اوتاروں کے خیال کرنے سے انسان میں برگزیدہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ انکی وجہ سے قوم کی امیدیں پست نہیں ہوتیں۔ قوم کے افراد میں ایک خاص قسم کا ناز اور دعویٰ رہتا ہے۔ کہ آخر ہم

ایسے مہاتماؤں کی اولاد خواہ نام لیوا ہیں جنہوں نے دنیا میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اس قسم کا غرور بے جا نہیں ہے۔ بلکہ زندگی قائم رکھنے کے لئے نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ ہماری دانست میں جو کچھ انسان میں ہے۔ وہ اُس کا غرور ہی ہے۔ اس کو نکال دو۔ پھر زندگی کی چنگاری بجھ جائے گی۔ اور جسم خاک ہو جائے گا۔ غرور کا دُوسرا نام انانیت ہے۔ یہ خلقت کا ایک جوہر اور اعلیٰ اصُول ہے جس کا دُور کرنا کبھی مقصود نہیں ہے۔ صرف اسکی صورت کو پاکیزہ بنا دینا ہے۔ اسکی وجہ سے انسانیت کے اعلیٰ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسان گرتے گرتے سنبھل جاتا ہے۔ سلف پرستی غرور قائم رکھنے اور قومیت کی بُنیاد کو مضبوط کرنے کا بہترین آلہ ہے۔ دُنیا میں جن قوموں کی تواریخیں نہیں ہیں۔ اُنکی ترقی مُشکل ہے۔ افریقہ کے حبشی اور امریکہ کے انڈین کیوں نہیں اُبھر سکے؟ سبب یہ تھا کہ اُنکی تواریخیں نہیں تھیں۔ وہ اس بات کو جانتے بھی نہیں کہ کبھی اُن کے سلف نے دُنیا میں نمُود اور شہرت کا رُتبہ بھی حاصل کیا تھا یا نہیں! زمانہ کے طمانچوں کے لگتے ہی مُنہ کے بل گر پڑے اور پھر نہ سنبھل سکے۔"

ہمارے پاس گو اُس طرح کی قومی تواریخ نہیں ہے جس کو اس زمانہ میں تواریخ کا نام دیا جاتا ہے لیکن جو تواریخ کا مقصد ہے۔ وہ اگر کہیں کسی قوم میں موجود ہے تو ہم میں ہے۔ کتابیں جلادی جاتی ہیں۔ کتب خانہ برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر سلف پرستی جو تواریخ کی رُوح ہے برباد نہیں کی جا سکتی۔ بالخصوص اُس نوعیت کی سلف پرستی جو ہندوؤں کے اوتاروں میں موجود ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ ہم میں تواریخ نہیں ہے۔ فضول اور بیہودہ خیال ہے۔ ہم نے صرف فرضی طور پر تھوڑی دیر کیلئے اس بات کو مان لیا تھا۔ ویدوں کے براہمن۔ رامائن۔ مہابھارت۔ پوران۔ اُپنشد۔ اور خود وید ہمارے لئے تواریخ کا کام دیتے ہیں۔ تواریخ سے یہی مُراد نہیں ہے کہ اُسمیں بادشاہوں کی خونریزیوں کے تذکرے ہوں۔ تواریخ دراصل تہذیب و تمدن اور قومی مدوجزر کی صورت دکھلانے میں جام جہاں نما کا کام دیتی ہے۔ کیا یہ باتیں براہمنوں کے بیانات۔ سوتر کاروں کے حوالہ جات۔ اُپنشدوں کے تلمیحات۔ پرانوں کے واقعات اور رامائن و مہابھارت وغیرہ کی سوانحات میں موجود نہیں ہیں؟ جو ہندو قوم کی اصلیت کا پتہ لگانا چاہے۔ اُس کو ان مقدس نوشتہ جات کے صفحات کو اُلٹ کر دیکھنا چاہیئے۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو بھی مضائقہ نہیں۔ ان سب کا خُلاصہ۔ ان سب کا جوہر ایک۔ رام نام۔ میں موجود ہے۔ جب تک رام اور کرشن کا مبارک نام ہم میں موجود ہے۔ تب تک ہماری تواریخ کو برباد ہونے کا خوف نہیں ہے کیونکہ ان مبارک ناموں کے اندر ہندو قوم کی اصلیت اور قومی جذبات موجود ہیں۔"

رام کا نام صرف زبان پر آنے دو اور اُسی وقت خیال نگاہ کے سامنے آریہ پن کی جھلکتی ہوئی تصویر خود بخود قائم ہو جائیگی۔ کرشن کا نام ذرا لب پر آنے دو۔ اور اُسی وقت سولہ کلا والی مورتی کی تقدیس دل کے پردوں پر نمایاں ہوگی۔ ہندو سب کچھ بھُول جائیں مگر رام اور کرشن کا نام نہیں بھُول سکتے۔ اُن کے دل میں۔ جگر میں۔ دماغ میں۔ ہڈیوں میں۔ بلکہ ان کے لوح جبیں پر یہ مبارک مقدس اور قابل التعظیم نام منقش ہیں۔ ایک ہندو کے نیک جذبات اُبھارنے کے لئے صرف اس بات کی یاددہانی کر دینی کافی ہے کہ وہ رام کی اولاد ہے۔ اور شائد وہ بھُول کر بھی بُرے راہ کی طرف نہ جائے گا۔"

سلف پرستی - کا آئین قوم کی زندگی قائم رکھنے کے لئے ضروری اور لازمی چیز ہے۔" مُردوں کے قالب میں زندگی پھُونکنے کیلئے

یہ اکتیر کا کام دیتی ہے۔ یہ وہ کیمیا ہے۔ جس تے کبھی خطا نہیں کی۔

بھولے بھالے ہندوؤ! تم کیسی غلطی میں پڑے ہو۔ اب بھی تمہارے گھروں میں پیدائش سنسکار۔ شادی وغیرہ کے موقعوں پر جو گیت گائے جاتے ہیں اُن میں کیا تذکرہ رہتا ہے؟ کیا گانے والی دیویاں تم کو اپنے پُرانے گیتوں میں نہیں سُناتی رہتیں۔ سے

دھن دھن نگرا جودھیا ۔ جہاں رام لین اوتار

ان تمام موقعوں پر رآم کی پیدائش۔ رام کی شادی۔ رام کے مونڈن اور رام لچھمن بھیدن کے منگل گیت گائے جاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم اسکو کبھی فراموش نہ کرو۔ اور وہ تقدیس کی مورتی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پاوے:۔"

(باقی پھر)

بڑے بڑے ناستک بھی اپنی آخری عمر میں کسطرح آستک بن جاتے ہیں؟

پنڈت جواہر لال نہرو بنام دھرم اور جیوتش

از ... جگت نارائن ایڈیٹر روزانہ
ہند سماچار جالندھر

پنڈت جواہر لال نہرو کا جنم ایک براہمن گھرانے میں ہوا تھا۔ ان کے پتا پنڈت موتی لال پروگریسو خیالات کے تھے اور مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ مگر پنڈت نہرو کی ماتاجی پُرانے سناتن دھرم پر پُورا اعتقاد رکھتی تھیں اور مغرب کی تہذیب کے خلاف تھیں پنڈت نہرو نے تعلیم ولایت میں حاصل کی۔ ان میں دھرم پرائنتا (प्रायणता) کم تھی۔ ناستکتا ادھک تھی۔ اور اس کا اظہار وہ کئی دفعہ اپنی تقریروں میں بھی کرتے تھے۔ اگر پنڈت نہرو مہاتما گاندھی کے سمپرک میں نہ آتے تو انہوں نے سناتن اور ویدک دھرم کی کھلم کھلا نندہ کرنی تھی۔ مگر مہاتما گاندھی کی سنگت میں رہ کر کے ان کو اپنے دیش اور جاتی کے پرانے دھرم کے خلاف زیادہ آواز اُٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر بھی ان کا رجحان ناستکتا کی طرف زیادہ تھا۔ جیوتش پر اُنکو بالکل یقین نہیں تھا۔ ان کی سپتری شریمتی اندرا گاندھی بھی بطور پردھان منتری اپنے پتا کی طرح ناستک پن کیطرف زیادہ جھکی ہوئی ہیں۔ انکو اپنے پُرانے دھرم پر اتنا وشواش نہیں۔ شریمتی گاندھی بھی اپنے پتا کی طرح دھرم اور جیوتش کے سخت خلاف ہیں۔ مگر میں ناظرین کی جانکاری کے لئے اور شری متی گاندھی کی واقفیت کیلئے سابق فاضل ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز شری درگا داس جی کی کتاب سے حسب ذیل جانکاری نیچے درج کرتا ہوں۔ اُنہوں نے پنڈت نہرو کی زندگی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایک مضمون بعنوان ENTER SOOTHSAYER (جیوتش آگمن) حسب ذیل واقفیت اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

ہندوستان میں طلوع آزادی کی ساعت جیوتشیوں نے ہی طے کی تھی۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے نیتاؤں پر جیوتشیوں کا اثر موجود تھا۔ آج بھی بیشتر راہنما سیاروں اور جیوتشیوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ کئی صورتوں میں سیاسی طاقت عملاً ایسے

لوگوں کی مٹھی میں بند رہی۔ جنہیں عرف عام میں راج جیوتشی کہا جاتا ہے۔ شری ستیہ نارائن سنہا جو سالہا سال پارلیمنٹری امور کے وزیر رہے ایسی داستانوں اور معلومات کا چلتا پھرتا خزانہ یا "گنج رواں" قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ شری ستیہ نارائن سنہا کا پارلیمنٹری ریکارڈ دوسرے کئی سرگرم ہندوستانی سیاست دانوں کے ریکارڈ سے زیادہ وسیع اور طویل ہے۔ شری سنہا ایک خوش مزاج اور بے تکلف انسان ہیں۔ ہندی لٹریچر میں آپکو گہری دلچسپی ہے۔ جیوتش اور عقیدہ و دیاؤں میں آپکو گہرا اعتقاد ہے۔ شری ستیہ نارائن سنہا نے شری نہرو کی جو گاتھائیں مجھے سُنائیں۔ اُن میں سے بیشتر کا تعلق اُنکی زندگی کے آخری برسوں سے تھا۔

شری سنہا نے بتایا کہ اُنہیں خود کس طرح جیوتش پر اعتقاد پیدا ہُوا۔ ایک معمولی "پتری والا" نے جو جنم کنڈلیاں دیکھتا تھا۔ نو ماہ پہلے سردار ولبھ بھائی پٹیل کی موت کی پیشینگوئی کر دی تھی۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل خود ایک متشکک ذہن رکھتے تھے ایک بار انہوں نے شری سنہا کے ساتھ ٹیلیفون پر پارلیمانی اُمور پر بات چیت کے دوران مذاق ہی مذاق میں پوچھا کہ تمہارا پتری والا کیا کہتا ہے؟ شری ستیہ نارائن سنہا نے مجھے بتایا کہ جیوتشی کی بات سچ نکلی سردار ولبھ بھائی پٹیل نے اسی دن اور اسی وقت جہان فانی سے رحلت کی جو ہمیں اُس پتری والے نے بتایا تھا۔ ہم تمام اس بات پر حیران تھے۔

شری ٹی ٹی کرشنماچاری ۱۹۵۸ء میں پُورے عروج پر تھے۔ تب ایک اور پنڈت سے ملاقات کا اتفاق ہُوا۔ اس نے بتایا کہ ٹی ٹی کرشنماچاری اقتدار کے گھوڑے سے سر کے بل گرنے ہی والا ہے۔ شری سنہا نے اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔ کہ تمہارے دماغ میں کچھ خلل ہے۔ جس پر اس پنڈت نے اپنی بات پر زیادہ زور دیتے ہوئے ایک اور پیشینگوئی داغ دی۔ اور کہا کہ جس روز کرشنماچاری کرسی وزارت سے الگ ہوگا۔ اُسی دن مولانا آزاد اپنے باتھ روم میں گر پڑیں گے۔ اور پھر چار روز بعد اس جہان فانی سے رحلت کر جائینگے مولانا آزاد کو یہی سانحہ پیش آیا۔ کلکتہ سے شری بی سی رائے کو بُلایا گیا۔ اُن کا فتویٰ یہ تھا۔ کہ تشویش کی کوئی وجہ نہیں شری سنہا نے لابی میں پردھان منتری جواہر لال نہرو سے مُلاقات کی۔ اور بتایا کہ جیوتشی نے کیا پیشینگوئی کی تھی۔ پنڈت نہرو آگ بگولہ ہو گئے۔ اور نہایت غضبناک انداز میں بولے کہ "تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ بدھان (ڈاکٹر بدھان چندر رائے) کو پورا یقین ہے کہ مولانا آزاد کی حالت خطرے سے قطعی طور پر باہر ہے۔ چار دن بعد ہمارے وزیر تعلیم چل بسے۔ شری سنہا نے بتایا۔ کہ پنڈت نہرو کو اس سے کتنا صدمہ پہنچا۔ "پتری والے کی بات حرف بحرف ٹھیک نکلی"۔

پنڈت جواہر لال نہرو کو پہلی تشویشناک بیماری مارچ ۱۹۶۲ء میں لاحق ہوئی جب وہ پُونا سے دہلی واپس آئے تو انہیں شدید ٹمپریچر تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ انتخابی مہم بہت تھکا دینے والی تھی۔ اور اسی لئے انہیں بخار ہو گیا تھا۔ مگر یہ بخار ایک شدید بیماری میں تبدیل ہو گیا! اور آپ ایک مہینے سے کہیں زیادہ مدت بستر پر دراز رہے حتیٰ کہ آپ اس پارلیمنٹری پارٹی کی میٹنگ میں بھی شریک نہ ہو سکے جس میں آپ دوبارہ لیڈر چنے گئے تھے۔

شری ستیہ نارائن سنہا نے یہ تجویز پیش کی کہ شری جواہر لال نہرو کی جنم کنڈلی کسی جیوتشی کو دکھائی جائے۔ پنڈت نہرو نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ مگر منصوبہ بندی کے وزیر گلزاری لال نندہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کو زائچہ دکھانے پر مائل کر لیا یہ بات بہت دھماکہ خیز تھی جب اس آدمی نے جو دلّی میں خوب مشہور تھا پنڈت جواہر لال نہرو کو بتایا کہ ان کا ایک بہترین دوست"۔ انہیں دھوکہ دیگا۔ اور اسی برس انہیں چین کے حملے کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ پنڈت جواہر لال نہرو بھڑک اُٹھے اور کہا۔ "یہ کبھی نہیں ہو سکتا تم بکواس کر رہے ہو"۔

جیوتشی نے کنڈلی لپیٹ کر پنڈت جواہر لال نہرو کو دے دی۔ اور چلا گیا۔

اس دھماکہ خیز پیشنگوئی کو ابھی چند ہفتے ہی گذرے ہوں گے کہ چین نے حملہ کر دیا۔ اب پنڈت جواہر لال نہرو اس موڈ میں تھے کہ وہ اس جیوتشی کی بات سنیں۔ مگر پنڈت کے الفاظ کچھ زیادہ خوش کن نہیں تھے۔ جو لوگ اس جیوتش کو لانے گئے۔ انہیں اس نے بتا دیا۔ کہ پنڈت جواہر لال اب تھوڑی دیر کے مہمان ہیں۔ انکی زندگی کو اب پوجا ہی تھوڑا بہت لمبا کر سکتی ہے۔ مگر زیادہ لمبا نہیں۔ دن ڈھل چکا ہے۔ رات قریب ہے۔ اسکے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ بہت ہی خفیہ تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے مداحوں کی طرف سے پچاس پنڈتوں کا انتظام کیا گیا۔ تاکہ وہ کالکا جی نئی دہلی کے مندر میں پنڈت جواہر لال نہرو کی درازی عمر کے لئے پاٹھ کریں۔ یہ مندر دلی کے نواح میں ہے۔ دن بھر پاٹھ کرنے کے بعد ایک پنڈت کو پردھان منتری کی کوٹھی پر لایا جاتا اور وہ انہیں تلک لگاتا۔

جیوتشی نے یہ پیشنگوئی کی تھی۔ کہ پنڈت جواہر لال نہرو پر بیماری کا دوسرا خوفناک حملہ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء میں ہوگا۔ اور وہ ۲۷ مئی کے بعد زندہ نہیں رہ سکیں گے اور زیادہ سے زیادہ ۲۷ مئی تک اس زندگی کے چھکڑے کو گھسیٹ سکیں گے۔ اسی پیشنگوئی کے سبب ستیہ نارائن سنہا نے بہت کوشش کی۔ کہ پنڈت جواہر لال نہرو بھوبنیشور کانگرس سیشن میں شریک نہ ہوں۔ پنڈت نہرو ۴ جنوری کو دلی سے روانہ ہوئے اور دو تین روز بعد وہ شدید بیمار ہو گئے۔ اس بار بیماری کا جو حملہ ہوا۔ اس سے پھر وہ سنبھل نہ سکے۔ آل انڈیا کانگرس سیشن میں ۱۴ مئی کو شری ستیہ نارائن سنہا نے کئی ساتھی وزیروں کو متنبہ کر دیا کہ بمبئی کے ایک جیوتشی کی پیشنگوئی کے مطابق پنڈت نہرو اس بار دس دن کے اندر پرلوک سدھار جائینگے۔ پنڈت نہرو ۲۷ مئی کو چل بسے۔ جیوتشی کی پیشنگوئی درست نکلی۔ پنڈت نہرو کے ایک قریبی افسر نے بعد میں مجھے جو کچھ بتایا۔ اس سے ستیہ نارائن سنہا کے اس خیال کی تصدیق ہو گئی۔ کہ پنڈت نہرو نے عمر کے آخری حصہ میں عجیب و غریب عقیدوں کو اختیار کر لیا تھا۔ مثال کے طور پر ساری عمر ان کا عقیدہ رہا کہ "آیوروید" ایک غیر سائنٹیفک علاج ہے۔ مگر بعد میں ان کا خیال بدل گیا۔ اور انہوں نے دلی کے ایک آیورویدک حکیم کی دوائیں کھانا شروع کر دیں۔ نجومیوں اور جھاڑ پھونک کرنے والوں میں اعتقاد رکھنا اہل مشرق کی ایک عجیب سی خصوصیت ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے توہمات سے بلند اور ناستک ہونے کے باوجود عمر کے آخری حصہ میں ان باتوں کو ماننا شروع کر دیا۔ پاکستان کے سابق ڈکٹیٹر فیلڈ مارشل ایوب خاں اگر عالموں سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ تو سر فیروز خاں جب مشرقی پاکستان کے گورنر تھے تو انہوں نے مجھے بتایا۔ کہ ایک براہمن نے ان کی سیاسی زندگی کے متعلق جو بھی پیشگوئی کی تھی وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ سر چمن لال سیتلواڈ اور سورگیہ ڈاکٹر سمپورنانند جو راجستھان کے گورنر اور اتر پردیش کے مکھیہ منتری رہ چکے ہیں۔ شغل کے طور پر جیوتش کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔

ناظرین میں اس پر کوئی ٹیکہ ٹپنی نہیں کرنا چاہتا۔ ناظرین خود ہی اندازہ کر لیں کہ بڑے بڑے ناستک بھی اپنی آخری عمر میں کس طرح آستک بن جاتے ہیں۔"

(جگت نارائن)

شوک سماچار

دھرماتما شری چرنداس جی پوری جو بٹوارہ سے پیشتر سیالکوٹ میں پرسدھ وکیل تھے وہ جے پور میں ۱۵ اپریل کو سورگباش ہو گئے۔ انہوں نے پنجاب بھر میں ودھواؤں یتیموں نیز پچھڑی جاتیوں خصوصاً میگھوں کیلئے لامثال کام کیا۔ وہ عامل باعمل ہستی تھے۔ بھگوان انکی آتما کو شانتی دیں۔

ایڈیٹر

اوم

جس دیش میں گنگا بہتی ہے

(ایڈیٹر)

اس پوتر بھارت ورش میں جہاں سونے GOLD جیسی قیمتی چیز سر بازار پڑی رہتی تھی اور اُسکو لوگ مٹی کے ڈھیلے کے سمان سمجھکر ٹھکرا دیتے تھے اور ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ جو پرائے دھن کو مٹی کے سدرش اور پرائی استری کو ماتا کے سمان دیکھتے تھے وہاں موجودہ ناستک راج میں جو حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل اخباری خبروں سے ظاہر ہیں۔ کاش کہ لوگ اس بھیانک استھتی کو سمجھیں اور اُن لوگوں کو ہی برسر اقتدار آنے دیں جو کہ ہماری سناتن بھارتی سنسکرتی کے انویائی ہوں۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اس انگریزی ووٹ سسٹم کو تلانجلی دیجاوے جس پر کہ دیش کا لاکھوں روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اور صحیح لوگ چنے نہیں جا سکتے۔ چاہیئے تو یہ کہ ہندو، مسلمان۔ عیسائی۔ ہری جن۔ پارسی وغیرہ وغیرہ گویا سب قوموں میں سے امتحانات کے ذریعہ ایسے لوگ چن لئے جاویں جو مکمل تعلیم یافتہ (جن کو صرف انگریزی علم ہی نہ آتا ہو بلکہ اردو فارسی۔ عربی سنسکرت کے بھی ودوان ہوں) تجربہ کار۔ (جن کو راج نیتی سے مکمل واقفیت اور تجربہ ہو) دھارمک (جو تمام مذاہب کی کتب مقدسہ پر حاوی ہوں۔ اور صحیح معنوں میں انسان ہوں۔ جو علم توحید۔ برہم گیان کو خود بھی سمجھتے ہوں۔ اور دوسروں کو سمجھانے کی سمرتھ رکھتے ہوں۔ بے تعصب ہوں۔ اور خدا کی ذات کا دیدار کر چکے ہیں۔ یعنی شروتری (شاستروں کے جاننے والے) اور برہم نیشٹھی ہوں۔

آج تو ہماری موجودہ سرکار دھرم اور مذہب کا نام لینے والوں کو فرقہ پرست کے نام سے پکارتی ہے۔ اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ سکولوں میں دھارمک کتب رامائن۔ مہابھارت گیتا اُپنشد وغیرہ یا قرآن شریف حدیث اور مولانا روم شیخ سعدی وغیرہ علماء کی گلستاں، بوستاں وغیرہ کی فارسی اور عربی کتب جن سے تمام ہندوستانی خواہ وہ مسلمان تھے یا ہندو تھے۔ اِن فارسی کتب سے لابھ اُٹھاتے تھے۔ اور جن سے قوم اور مُلک کا اخلاق سدھرتا تھا اُن کو پڑھانے کی اجازت نہیں دیتی۔ اتہاس (یعنی ہسٹری) کو غیر ضروری مضمون بنا دیا گیا ہے۔ جو قوم اپنے اتہاس کو اور اپنے بزرگوں کو بھول جاتی ہے وہ زندہ کیسے رہ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں کمیونسٹ دیشوں کا لٹریچر بہت سستا اور عام ہو چکا ہے۔ اس لئے ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں کمیونسٹ وچار دھارا کے انویائی بن رہے ہیں اور انگریزی رنگ میں رنگے ہوئے ہمارے موجودہ رہنما بھی تقریباً اُن ہی خیالات کے ہو گئے ہیں۔ وہ سوشلزم کا نعرہ لگا کر دراصل کمیونزم کو لانا چاہتے ہیں۔ اور ہماری سنسکرتی اور سبھیتا کا قلع قمع کرنے کے لئے نئے سے نئے قانون بنا رہے ہیں۔ دھارمک تعلیم کے نہ رہنے سے اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے۔ جن عورتوں کو ہم ماتا سمان سمجھکر اُنکی عزت کرتے تھے۔ جن کنواری لڑکیوں کی سال میں دو بار نوراتروں کے دنوں میں پوجا کی جاتی تھی۔ اُنکی عصمت دری ہو رہی ہے۔ اور

دُشٹ لوگ جو ایسے بھیانک کرم کرتے ہیں۔ اُن کو یہ انگریزی قانون مستثنےٰ قرار دے دیتا ہے۔ کیونکہ بغیر شہادت کے یہ موجودہ قانون کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ بھلا غنڈے اور بڈھ اتیاچاری گناہِ عظیم کرنے والے لوگوں کے برخلاف شہادت دیکر کسی نے کیا خود مرنا ہے؟ لیکن ہماری اندھی سرکار اس معمولی سی بات کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب ڈاکہ زنی۔ اور عصمت دری کی وارداتیں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ جو کہ سرکار کی سراسر نااہلیت بھول۔ لاپرواہی اور قانون کو نرم کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور اگر ہمارے یہ نام نہاد رلیفارمر (موجودہ مغرب زدہ حکمراں کنبھ کرن کی نیند سے بیدار نہ ہوئے۔ تو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ڈر سے نہ تو یہ خود ہی بچینگے اور نہ ہمارا دیش۔ اسلئے اِن کو خوابِ غفلت سے جگانے کیلئے جنتا کو کوئی مؤثر قدم اُٹھانا چاہیئے یعنی اس ووٹ سسٹم کو ختم کرانا چاہیئے۔ جس سے ناتجربہ کار اور امیر طبقہ ہی حکمراں نہ بنے۔ بلکہ شرومنی برہمن نشٹھی تجربہ کار۔ تیاگ اور ویراگ کے مجسمہ مہاتما لوگ ہی ہمارے لیڈر اور رہنما بنیں۔ تاکہ دھرم کا پرچار ہو اور لوگ پاپ کرموں کی طرف راغب نہ ہوں۔

(اوم گُھتا کھنڈہ)

اخبارات کی خبریں:۔ **مُسافر عورت کی عصمت دری**

ہوشنگ آباد میں ٹکٹ کلکٹر کے خلاف تحقیقات۔

کھنڈوا۔ یکم مارچ۔ ایک ٹکٹ کلکٹر کے خلاف ایک نوجوان عورت سے عصمت دری کے الزام میں محکمانہ تحقیقات شروع کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عورت اندور سے بمبئی تک سفر کر رہی تھی۔ اور سفر کی تکان سے مجبور ہو کر ریلوے سٹیشن ہاروا کے ویٹنگ روم میں سو رہی تھی جہاں ٹکٹ کلکٹر نے اُس کے اکیلے ہونے سے فائدہ اُٹھا کر اُسکی عصمت دری کی۔ اس واقعہ کیخلاف ہاروا میں جو ضلع ہوشنگ آباد کا تحصیلی صدر مقام ہے مکمل ہڑتال کی گئی۔

اخبار پرتاپ مورخہ $7\frac{3}{70}$ = میرٹھ ۵ مارچ۔ یہاں سے تقریباً ۶ میل کے فاصلہ پر موضع گوکل پور میں ایکدرجن کے قریب مسلح ڈاکوؤں نے ڈکیتی ڈالی۔ ڈاکوؤں نے چندر بھان گپتا کو ننگا کر کے چھت سے نیچے لٹکا دیا۔ اور جسم پر تیزاب اور مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ دُکان کی تجوری سے صرف 300 روپئے برآمد ہوئے۔

گویا تین صد روپئے کیلئے شری گپتا جی اُنکی بیوی اور چھوٹی بچی کو ہلاک کر دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان۔ انسان نہیں رہا۔ بلکہ راکھشش بن گیا ہے۔

اخبار پرتاپ مورخہ $7\frac{3}{70}$ - کلکتہ۔ 6 مارچ۔ جنوبی چوبیس پرگنہ میں مارکسٹوں کے ایک ہجوم نے ایک 23 سالہ نرس پر مجرمانہ حملہ کیا نرس کے کپڑے اُتار کر اُسے بالکل ننگا کر دیا گیا۔ اور سرِعام عصمت دری کی گئی:۔

پاکستان سے ہی سبق سیکھو" (پھانسی کی سزا)

اخبار پرتاپ مورخہ $7\frac{3}{70}$ — حیدرآباد (پاکستان) میں ایک عدالت نے لائلپور کے بشیر مسیح کو ایک چھ سالہ بچی کو اغوا کرنے کے الزام میں سزائے موت کا حکم دیا۔ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر یحیٰی خاں نے بشیر مسیح کی رحم کی درخواست بھی نامنظور کر دی ہے۔ بشیر کو کل پھانسی دیجائیگی



اوم

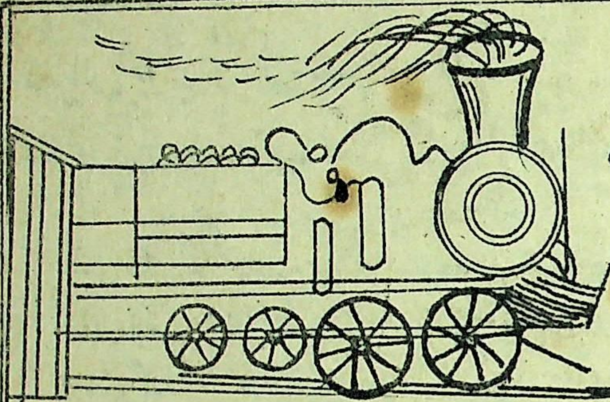
اب بھی وقت ہے سنبھلو!

از:- ڈاکٹر کشمیری لال سچدیو فاضلکا

بھارت بہت بار بنا، بہت بار بگڑا، رام راجیہ اس نے دیکھا۔ کنس کی زبردستی اس نے دیکھی۔ مہابھارت کا گھور یدھ اس نے دیکھا۔ اشوک کی شان اس نے دیکھی۔ راجپوتوں کی آن بان اس نے دیکھی۔ مغلوں کی سلطنت یہاں قائم ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا تاج اس نے دیکھا۔ پھر ان سب کو بادلوں میں چھپتے دیکھا۔ نہ وہ زمین رہی۔ نہ وہ آسمان رہا۔ نہ وہ سورج رہا۔ نہ وہ چاند رہا۔ مغرب نے مشرق پر دھاوا بول دیا۔ انگریز نے اس ملک پر تسلط جما لیا۔ اور ہم غلام ہو گئے۔ کشمیر سے لے کر راس کماری تک ہم زنجیروں میں جکڑے گئے۔ یہ زنجیریں ہم نے خود اپنے لئے تیار کیں۔ ہماری عقل پر وہ پردہ پڑا کہ جس نے ہمیں تخت سے اُتار کر زمین پر پٹک دیا۔ ہم نے اُسی کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جس نے ہمیں مٹی میں ملایا۔ ہم نے اُسی کے قدم چومے جس نے ہمیں ذلیل و خوار کیا۔ مگر یہ جادو مدت تک کارآمد نہ ہو سکا۔ بھارت جاگا۔ بھارت کو ہوش آیا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے دن دیش آزاد ہوا۔ دیش واسیوں نے کلپنا تو کی تھی رام راجیہ کی مگر اُن کے دُربھاگیہ کے لئے اُن کے سامنے آیا راکشسی راج۔ بغض اور نفرت نمودار ہوئی۔ عقل گئی۔ نقل آگئی۔ انسانیت کی بجائے شیطانیت اور دھرم کی بجائے ادھرم کا ڈنکہ بجنے لگا۔ جہاں دُودھ اور گھی کی ندیاں بہتی تھیں وہاں شراب کے دریا بہنے لگے آزادی کے یہ ۲۲ سال دیش کو تباہی کی طرف لے گئے۔ صوبہ پرستی۔ فرقہ پرستی۔ فیشن پرستی۔ خود غرضی کنبہ پروری۔ رشوت خوری۔ بے ایمانی۔ غنڈہ گردی کا بول بالا ہے۔ دیش واسیوں کے اخلاق کو سینما اور ریڈیو کے پروگراموں نے ختم کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ کانگرس راج میں ہوتا رہا۔ اب بھی ہو رہا ہے۔

کانگرس اب دیش بھگتوں کی جماعت نہ رہی بلکہ خود غرض اور مطلب پرستوں کی جماعت بن کر رہ گئی۔ اب اس پر وہ طبقہ چھا چکا ہے۔ جس کو آزادی ملنے سے پہلے حکومت برطانیہ کی طرف سے سر، رائے صاحب، رائے بہادر۔ خان بہادر وغیرہ کے خطاب عطا ہوا کرتے تھے۔ اِن کا کام تھا۔ انگریز کے گن گانا۔ ۱۹۴۷ء میں اس جماعت کے ممبر وہی لوگ بنائے گئے۔ جنہوں نے بھگت سنگھ۔ سکھدیو۔ راجگورو وغیرہ کو پھانسی چڑھانے میں حکومت کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ اور دیش بھگتوں کو گرفتار کرانے میں حکومت کی امداد کی تھی۔ اب بھی وقت ہے۔ دیش واسی سنبھل جائیں۔ گاندھی کے سپنوں کا بھارت اب بھی ایک حقیقت بن سکتا ہے۔ ضرورت فقط دیش بھگتوں کو آگے لانے کی ہے۔



ناردرن ریلوے نوٹس

ٹائم ٹیبل میں تبدیلیاں

یکم اپریل سنہ ۱۹۷۰ء سے ایک آرام دہ ایکسپریس گاڑی نمبر 69 اپ / 70 ڈاؤن الہ آباد اور لکھنؤ کے درمیان براستہ رائے بریلی چالو کی جارہی ہے۔ یہ الہ آباد سے 5 بجکر 15 منٹ پر صبح روانہ ہوگی اور ۱۰ بجکر 25 منٹ پر لکھنؤ پہونچے گی۔ واپسی پر یہ لکھنؤ سے ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر شام کو روانہ ہوگی اور ۱۰ بجکر 15 منٹ پر شام کو الہ آباد پہنچے گی۔

گاڑیاں جن میں توسیع کی گئی

49 اپ 50 ڈاؤن میں توسیع کی جائے گی۔ اور یہ لکھنؤ اور ظفرآباد کے درمیان براستہ دولت پور چلے گی۔

49 اپ ظفرآباد سے ۱۱ بجکر 5 منٹ پر روانہ ہوگی۔ اور 4 بجکر ۴۰ منٹ پر لکھنؤ پہنچے گی۔ 50 ڈاؤن لکھنؤ سے ۱۱ بجکر 55 منٹ پر صبح روانہ ہوگی اور مظفرآباد 5 بجکر 15 منٹ پر پہنچے گی ایک دوسری گاڑی 2 این ڈی ایف / 1 این ڈی ایف مابین فریدآباد اور پلول میں توسیع کی گئی ہے۔ 2۔ این ڈی ایف بطور 380 اپ نئی دہلی سے 6 بجے صبح روانہ ہوگی اور پلول میں 7 بجکر 50 منٹ صبح پہنچے گی جبکہ ۱۔ این ڈی ایف بطور 379 ڈاؤن پلول سے 8 بجکر 15 منٹ پر روانہ ہوگی اور نئی دہلی 10 بجکر 10 منٹ پر پہنچے گی۔

تھرو گاڑیاں

351 اپ / 352 ... ڈاؤن جو سہارنپور اور لکھنؤ کے درمیان چل رہی ہے اور ۱۔ اے۔ ایل / 2۔ اے ایل جو لکھنؤ اور الہ آباد کے درمیان چل رہی ہے۔ اب بطور تھرو ٹرین مابین سہارنپور اور الہ آباد بطور 351 اپ / 352 ڈاؤن چلے گی۔ ۱۔ اے ایل / 2 اے ایل منسوخ کردی گئی ہے

گاڑیاں جواب ڈیزل سے چلیں گی

9- اَپ/10 ڈاؤن ڈیزل ٹریکشن پر مابین مغل سرائے دہرادون چلے گی۔ اس طرح اس گاڑی کی رفتار بڑھ جائے گی اور مسافروں کے لئے گنجائش میں اضافہ ہو جائے گا۔ مندرجہ ذیل مزید زائد کوچیز ان گاڑیوں پر فراہم ہوں گے۔

(i) ایک تھرڈ کلاس کیریج مابین دہرہ دون و ہوڑہ

(ii) ایک تھرڈ کلاس کیریج مابین دہرہ دون اور وارانسی (5 روزہ)

(iii) ایک تھرڈ کلاس کیریج مابین ہردوار اور وارانسی

(iv) ایک تھرڈ کلاس کیریج مابین دھنباد اور لکھنؤ (دھنباد اور وارانسی کے درمیان کی بجائے)

(v) ایک جزوی ائیر کنڈیشنڈ کوچ مابین وارانسی اور دہرہ دون گرمیوں کے دوران ہفتہ میں دو بار چلے گا۔ وارانسی سے منگل وار اور سنیچر وار کو اور دہرہ دون سے بدھوار اور اتوار کو

وقفہ میں اضافہ

41/ 68 اور 67/ 42 بمبئی ہوڑہ جنتا ایکسپریس کا وقفہ ہفتہ میں دو بار کی بجائے بڑھا کر ہفتہ میں تین بار کر دیا جائے گا۔

گاڑیاں جن کا رخ بدلا گیا

7- اَپ/ 63 ڈاؤن اور 64 اَپ / 8 ڈاؤن براستہ آگرہ سٹی کی بجائے براستہ آگرہ فورٹ چلے گی۔ نمبر1۔ اے سی اور نمبر 2۔ اے سی براستہ آگرہ فورٹ کی بجائے براستہ آگرہ سٹی چلے گی۔

اہم تبدیلیاں

26 ڈاؤن امرتسر سے 6 بجے صبح کی بجائے 6 بجکر 35 منٹ پر صبح روانہ ہوگی۔ 16 اَپ نئی دہلی سے 7 بجکر 15 منٹ شام کی بجائے 5 بجے شام روانہ ہوگی۔ 13 اَپ دہلی 10 بجکر 5 منٹ صبح کی بجائے 11 بجکر 10 منٹ پر پہنچے گی۔ 10- ڈاؤن دہرہ دون سے 7 بجکر 15 منٹ شام کی بجائے 8 بجکر 55 منٹ شام کو روانہ ہوگی۔ 9 اَپ دہرہ دون میل 9 بجکر 45 منٹ صبح کی بجائے 8.45 صبح پہنچے گی۔ 62/66 ڈاؤن دہرہ دون سے 10 بجے شام کی بجائے 7 بجکر 10 منٹ شام چلے گی۔ 84 ڈاؤن لکھنؤ میل 7 بجکر 50 منٹ صبح کی بجائے 7 بجکر 30 منٹ پر پہنچے گی۔ 80 اَپ تاج ایکسپریس نیو دہلی سے 7 بجے صبح کی بجائے 7 بجکر 15 منٹ صبح روانہ ہوگی۔

مزید تھرڈ کلاس سلیپر اکاموڈیشن

ایک مزید جزوی 3 ٹائر سلیپر کوچ مابین میرٹھ شہر اور الہ آباد 6 کے ایم / 12 ڈاؤن اور 11 اَپ / 5 کے ایم گاڑیوں کے ساتھ چلے گا۔ ایک دو ٹائر سلیپر کوچ ایک تھرڈ کلاس کے بجائے مابین بیکانیر و آگرہ فورٹ 95 اَپ/ 208 ڈاؤن اور 207 اَپ / 96 ڈاؤن ایم جی گاڑیوں کے ساتھ چلے گا۔

II کلاس سلیپر اکاموڈیشن

سیکنڈ کلاس سلیپر کوچ مابین نئی دہلی اور مدراس 22 اَپ/ 52 اَپ اور 51 ڈاؤن / 22- ڈاؤن کے ساتھ بجائے 26 اَپ/